احادیث تفسیرِ قرآن ہیں فقیہوں کی یہ جان و ایمان ہیں
احادیث و قرآن و فقہ متیں عمادِ شریعت ہیں گر ہو یقیں

جنہیں رخنہ اندازیوں سے ہے کام
بدل کر وہ رکھ دیں گے شرعی نظام

الحمد للہ کہ رسالہ نمبر ۲۶ الموسوم بہ

قرآن کی معنوی تحریفات اور انکارِ حدیث

کے

فتنے کا سدِّ باب

جسے

م دستگیر صاحب نامی نے مختلف اسلامی کتب و رسائل کے مضامین سے ترتیب دیا

ملنے کا پتہ

ۃ الاصلاح محلہ چلہ بیباں اندرون اکبری دروازہ لاہور

نوٹ: بذریعہ ڈاک منگانے والے صاحبان ۱۹ پیسے کے ٹکٹ برائے محصول ڈاک ارسال کریں۔

عرضِ حال

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث سے انکار اور تحریف معانی قرآن مجید کا فتنہ عبداللہ چکڑالوی سے اٹھا خواجہ احمد الدین ناظم امت مسلمہ امرتسری نے اسے ہوا دی اور اب مسٹر غلام احمد پرویز لاہور میں نازل ہو کر اسے بڑے زور شور سے بھڑکا رہے ہیں۔ خدشہ ہے کہ دین سے بے خبر نوجوان طبقہ اس فتنہ کے شعلوں کی لپیٹ میں نہ آجائے۔ ان کو اس دین سوز آگ سے بچانے کے لئے اسلامی دینی اخبار اور رسالے مثلاً شہاب لاہور۔ عرفات لاہور۔ ترجمان القرآن لاہور۔ غلان کراچی۔ رضوان لاہور۔ سواد اعظم لاہور۔ پیام اسلام لاہور۔ فروغ اسلام لاہور حتی الامکان کوشش کر رہے ہیں۔ امید ہے کہ ان کی مساعی نتیجہ خیز ثابت ہوں گی اور اسلام کے شیدائی اور شمع رسالت کے پروانے مخالفوں کی تلبیس سے بچ جائیں گے

اراکین دائرۃ الاصلاح لاہور نے سنہ ۱۹۱۵ء سے مسلمانوں کو غیر اسلامی امور سے باز رکھنے کا بیڑا اٹھایا ہوا ہے۔ اور اس مقصد کے لئے بیسیوں رسالے ہزاروں کی تعداد میں چھپوا کر مفت تقسیم کر چکے ہیں۔ اس جدید مولنا کے فتنے میں بقول سعدیؒ

اگر بینی کہ نابینا و چاہ است دگر خاموش بنشینی گناہ است

چپ بیٹھنا گناہ سمجھتے ہوئے اس سے مسلمانوں کو بچانے کے لئے یہ رسالہ شائع کیا جاتا ہے۔ اس کی تیاری کے لئے بعض کتب و رسائل سے مدد لی گئی ہے۔ ان کی مضمون میں

نشاندہی کر دی گئی ہے۔ جزاہم اللہ

حقیقت یہ ہے کہ یہ فتنہ عظیم ہے اکثر مسلمان بے خبر ہیں۔ اور مخالفین ان کی بے خبری سے فائدہ اٹھا کر ان کو گمراہ کر رہے ہیں۔ حرمتِ رسولؐ پر مر مٹنے والے جانباز مسلمان کب گوارا کر سکتے ہیں کہ قرآن کے معانی میں تحریف ہوتی دیکھیں، اور احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم اور خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شانِ اعلیٰ میں تحقیر ملاحظہ کریں اور پھر فتنہ پردازوں کے پھندے میں پھنس جائیں!! ایں خیال است و محال است و جنوں۔

اس فتنہ کو ہوا دینے والوں میں ایک تو ڈاکٹر غلام جیلانی برق ہیں۔ دوسرے تمنا عمادی صاحب اور سید جعفر شاہ پھلواروی جو مولانا شاہ سلیمان پھلواروی حنفی مبلغ قرآن و سنت نبوی مرحوم کے فرزند اور والد بزرگوار کے مسلک پر قائم نہیں مولانا عرشی امرتسری بھی اس فرقے کے عمائدین شمار ہوتے رہے ہیں مگر اب کئی سال سے محتاط روش اختیار کر چکے ہیں٭ اور اسلم جیراجپوری اور خواجہ عباد اللہ اختر امرتسری اس دنیا سے رخصت ہو چکے ہیں۔ ان دنوں مسلمانوں میں یہ اضطراب پایا جاتا ہے کہ مولانا غلام مرشد صاحب کو منکرین حدیث نے ارکان شمار کیا ہے خدا کرے یہ بات غلط ہو۔

منکرین حدیث کے رد میں بہت سی کتابیں شائع ہو چکی ہیں۔ جن میں مولانا معین الحق شیخوپوری کی کتاب بصائر سنت دو جلد اور مولانا صاحبزادہ کرم شاہ فاضل جامع ازہر کی کتاب سنتِ خیر الانام شامل ہیں۔ یہ دونوں کتابیں مولوی شمس الدین صاحب تاجر کتب زیر مسلم مسجد چوک انارکلی لاہور سے دستیاب ہو سکتی ہیں۔ اور الکاویہ علی الغاویہ بھی جو تمام باطل مذاہب کے رد میں لاجواب کتاب ہے۔

٭ اور ڈاکٹر عبد الودود آج کل پرویز صاحب کے معاون خاص ہیں اور وہ اکثر ان کے ذریعے اپنے خیالات کا اظہار کرتے رہتے ہیں۔

قرآن مجید کے معنوی محرف و احادیث نبوی کے منکر

انگریزوں نے دورانِ حکومت اپنے مفاد کے لئے (کہ لڑاؤ اور حکومت کرو) ہر فرقے کو آزادی دے رکھی تھی کہ جو چاہے کرے۔ مخالفت کے لئے میدان پیدا کرے تاکہ رعایا آپس میں الجھی رہے۔ اور راعی ان کی مخاصمت کا تماشہ دیکھے۔ اور بے فکری سے حکومت کرتا رہے۔ دو مرغ جنگ کنند نفع تیر انداز۔

اول منکر حدیث عبد اللہ چکڑالوی تھے۔ جنہوں نے بازار سر فروشاں لاہور میں ایک اڈہ بنا رکھا تھا۔ یہ صاحب پہلے مسجد چینیاں لاہور میں پیش امام اور مدرس تھے۔ مدت تک صحاح ستہ۔ کتبِ حدیث کا درس دیتے رہے۔ آخر اس نتیجہ پر پہنچے کہ صحیحین (مسلم و بخاری) ہی صحیح ہیں۔ کچھ عرصہ بعد صرف صحیح بخاری کو صحیح بنا کر قرآن مجید کے خود ساختہ ترجمہ کے ساتھ مطابقت کرنے لگے۔ اور یہ کہہ دیا کہ یہ ترجمہ اور صحیح بخاری ایک ہیں تو صرف قرآن ہی قابل عمل ہے

یہ ترجمہ اور تفسیر نہ قرآنی تھی نہ احادیث کے مطابق تھی۔

لیکن پھر ان کے نا خلف شاگرد پیدا ہوئے۔ تو انہوں نے اپنے اس استاد اور مرشد کو بھی غلط گو اور خطا کار ٹھہرایا اور اسے بدعتی سمجھنے لگے۔

الکاویہ علی الغاویہ جلد اول کے صفحہ ۳۷۹ پر لکھا ہے۔ کہ مولوی عبد اللہ صاحب جو اہل حدیث کی مسجد میں درس دیتے رہے تھے۔ جب حدیث کے متعلق ان سے سوال کیا گیا۔ تو آپ نے فرمایا کہ میرا اصل مطلب تو عمل بالقرآن ہی تھا۔ مدت تک کتوں کو ہڈی ڈالتا رہا ہوں۔ اب خدا نے مجھے اپنے خیالات کے اظہار کا موقع دیا ہے۔ اس پر اہل حدیث بہت برہم ہوئے اور زبردستی وہاں سے نکال دیا

دوسرے منکرِ حدیث خواجہ احمد دین امرتسری متوفی ۱۳۵۵ھ ہوئے۔
یہ بھی پہلے پہل انجمن اسلامیہ امرتسر کے ملازم تھے۔ اور سکول میں مختلف مضامین پڑھاتے رہے۔ لوگ ان کے متعلق نیک ظن رکھتے تھے۔ اس لیے دبے رہتے رہے۔ ملازمت سے ریٹائر ہو کر امام مسجد بن گئے۔ تو آزادی سے اپنے خیالات کا اظہار شروع کر دیا۔ اور اپنی ایک جماعت بنانے اور تیار کرنے میں کامیاب ہو گئے۔ اور عقائد نامہ لکھ کر اپنا مذہب قائم کر لیا۔ اور امتِ مسلمہ کے بانی بن گئے اور تجدیدِ اسلام شروع کر دی۔ . . . . اور لفظ کمترین آپ اپنی تحریروں میں اپنے لئے اس کثرت سے استعمال کرتے تھے کہ کمترین مشہور ہو گئے۔ مگر ان کے کارناموں کے پیشِ نظر مولانا حکیم حافظ علامہ محمد عالم صاحب آسی مرحوم پروفیسر عربی ایم اے او کالج امرتسر اپنی لاجواب تصنیف الکاویہ علی الغاویہ میں جو چودھویں صدی ہجری کے مدعیانِ نبوت کے تاریخی حالات پر مشتمل ہے۔ کی جلد دوم میں ان کے لیے مخفی نبی کا خطاب تجویز کرتے ہیں۔ اس کتاب میں مولانا موصوف (متوفی ۱۳۶۲ھ) نے امتِ مسلمہ کے عقائد پر تنقید کرتے ہوئے ثابت کیا ہے کہ یہ فرقہ ضروریاتِ اسلام کا منکر ہے۔ اور اہلِ قرآن (منکرینِ حدیث) کی پارٹیوں میں اس قدر غلو کر چکا ہے کہ قرآن و حدیث کی تردید قرآن ہی سے کرتا ہے اور عبادات اسلامیہ سے دستکش ہونے کا درس دیتا ہے۔ مولانا مرحوم نے کتاب مذکور (الکاویہ علی الغاویہ) میں اس پر فریب ٹریکٹ کے پرخچے اڑا دیے ہیں۔ جو اس جماعت نے الزامات سے اپنی پوزیشن صاف کرنے کے لیے شائع کیا تھا۔ اور لکھا ہے کہ جو چال اس ٹریکٹ میں چلی گئی ہے۔ وہ بہت گہری ہے۔ جو نہ امام حنفی کو سوجھی ہے اور نہ مہدیِ پنجاب و ایران کے ملک کو سوجھ آئی ہے۔

یہ ٹریکٹ مولانا مرحوم کے عالمانہ جواب کے ساتھ ہی اسی رسالہ میں شامل ہے۔

ملاحظہ کر کے لطف اٹھایئے - اور سمجھیں کہ نئے پیدا شدہ فرقے کس طرح اسلام کی تباہی کے درپے ہیں
تیسرے منکر حدیث پرویز صاحب ہیں۔ والدین نے تو ان کا نام غلام احمد رکھا تھا۔ مگر انہوں نے اپنے لئے اس بادشاہ ایران کے نام پر اپنا لقب تجویز کرنا پسند کیا۔ جس نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی عداوت سے حضور کے دعوت نامہ کو پھاڑ کر پھینک دیا تھا۔ اسے تو اس بے ادبی کی یہ سزا ملی۔ کہ اسے اس کے بیٹے نے قتل کر ڈالا۔ اور اس کی سلطنت کے پرزے اڑ گئے تھے۔

اب دیکھیے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث کے منکر کا کیا انجام ہوتا ہے۔ وہ توبہ کر کے حضرت محمدؐ کی غلامی کی طرف رجوع کرتا ہے یا اسی حالت میں دنیا سے رخصت ہو جاتا ہے۔ واللہ اعلم بالصواب والرشاد

پرویز صاحب کی نسبت مولانا ماہر القادری صاحب مدیر ماہنامہ فاران (کراچی) نے تحریر فرمایا ہے کہ انہوں نے "ماہنامہ نگار" کے ایڈیٹر نیاز فتحپوری کا مسلک اختیار کر لیا ہے۔ جس نے فقہ اور حدیث کے خلاف باقاعدہ مہم شروع کر رکھی تھی۔ "مولوی" اور "ملا" کی آڑ میں اسلام پر پھبتیاں کستا اور دینی اقدار کی ہنسی اڑاتا تھا۔ پرویز صاحب پر ابتداء میں شاید غلام احمد نام کا اثر تھا۔ کہ ان کے ابتدائی مضامین میں دینی جھلک پائی جاتی تھی۔ اور ان میں "سواد اعظم" کے دینی عقائد کی مخالفت نہیں پائی جاتی تھی۔ اسی لئے انہیں دہلی سیکرٹریٹ کی مسجد میں جمعہ میں خطبہ دینے کا موقع دیا گیا تھا۔ پھر جب انہوں نے خطبہ میں چھپے بدلتے ہوئے خیالات ظاہر کرنے شروع کر دیئے۔ تو پڑھے لکھے سامعین تو سوچتے ہی رہ گئے مگر بیک بقول "ہر فرعونے را موسیٰ" ایک موسیٰ نامی چپڑاسی نے جرأت سے کام لے کر مخالفت کی اور سختی سے ٹوکا۔ یعنی کی غیرت مندی کا یہ اثر ہوا۔ کہ پرویز صاحب پھر مسجد میں خطبہ نہ دے سکے۔

تقسیم ہند کے بعد مسٹر پرویز "طلوع اسلام" رسالہ سمیت پاکستان آگئے اور یہاں آکر

انہوں نے خوب کھل کر انکارِ حدیث کے مشن کی تبلیغ کی اور تنبیہ کی چوٹ سنتِ رسولؐ بلکہ اطاعتِ رسولؐ کی مخالفت کی۔ اور یہاں تک کہہ دیا کہ نظامِ صلوٰۃ کو مسلمانوں نے نمازمیں تبدیل کر دیا۔ اور احکامِ اسلامی سے اکتائے ہوئے آوارہ مزاج نوجوان طبقے کی حالت کا اندازہ کر کے پرویز نے قرآن مجید کی تفسیر کے پردے میں ایک ایسے مکتبۂ فکر کی بنیاد ڈالی۔ جو ان لوگوں کو بمصداق کل جدید لذیذ اور جو فی الحقیقت سراپا ضلالت رہے۔ پسند آیا۔ اس وقت کی پاکستانی حکومت میں سلطنت کا وقار خاک میں مل گیا تھا۔ اور جوڑ توڑ اور سازشوں کی گرم بازاری تھی۔ مگر پرویز نے عنوان بدل بدل کر اس حکومت کو جس طرح سراہا۔ اس کے ثبوت میں ماہنامہ "طلوعِ اسلام" کے گزشتہ فائل شاہد ہیں۔ حد ہو گئی جی حضوری زمانہ سازی اور اقتدار پرستی کی۔ کہ مسٹر پرویز نے نبی کے مماثل بلکہ اس عظیم منصب کے توڑ پر جو مرکزِ ملت کا عہدہ تراشا ہے۔ اس کو اس وقت کے گورنر جنرل کی ذات اور حکومت سے نسبت دی گئی۔ اور اربابِ اقتدار کی وفاداری اور خیر خواہی کی آڑ لے کر اپنے فاسد مشن کو پھیلانے کا ذریعہ بنایا۔ اس سے پرویز کی ذہنی سطح اور بوقلمی کا اندازہ ہو سکتا ہے۔

مسٹر غلام محمد کے دورِ حکومت کے آغاز میں پرویز کا رسالہ طلوعِ اسلام بند ہونے والا تھا۔ مگر چند دنوں میں ہی اس کے مالی حالات نے ایسا پلٹا کھایا۔ کہ وہ ہفتہ وار ہو گیا۔ اس زمانہ میں یہ خبر عام مشہور رہی کہ حکومت پرویز کی پشت پناہی کر رہی ہے۔ اب اس کی تفتیش تو موجودہ حکومت ہی کر سکتی ہے۔ کہ "طلوعِ اسلام" کو اگر مالی امداد دی گئی تھی۔ تو کس بنیاد پر اور کن لوگوں کی سعی سے اور اس دور کی ہر کام حکومت پرویز سے کیا کام لینا چاہتی تھی۔ اور وہ کون سرکاری افراد تھے جو "طلوعِ اسلام" کے مشن سے دلچسپی رکھتے تھے؟

یہ بات لکھ کر مولانا ماہر القادری حیران ہیں کہ انقلابی حکومت کے بعد پاکستان کی دینی جماعتیں ختم کر دی گئیں۔ بزمِ طلوعِ اسلام بجیثیت میدان خالی ہے اور وہ اپنے اس موقف سے پورا پورا فائدہ اٹھا رہی ہے

پرویز کا قرآنی نظامِ ربوبیت۔ آپ نے ایک اصطلاح وضع کی ہے جس کی شرح میں سینکڑوں صفحے لکھ ڈالے ہیں۔ ان میں قرآنی فکر تو برائے نام ہے۔ ان اُن کے اپنے افکار کی کارفرمائی ہے۔ جن کا ماخذ و منبع مغربیت اور اشتراکیت ہیں۔

پرویزی نماز کا مقصد، خضوع و خشوع، اخلاص، خشیت، تسبیح و تحلیل، رکوع و سجود اور دیگر ارکان عبادت سے خالی اور صرف پابندی وقت کی مشق پر ختم ہو جاتا ہے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ مذہبی تعلیم سے بے بہرہ نوجوان طبقہ سمجھے گا کہ وقت کا بڑا پابند تو یورپ ہے۔ اس کی تقلید کیوں نہ کریں۔ اور نماز کی نشست و برخاست پر وقت کیوں ضائع کریں۔

پرویز صاحب کی یہ تعلیم ارکانِ دین کی فرضیت کا احساس مسلمانوں کے دلوں سے محو کر دینے کے لئے ہے۔

پرویز کی نظر میں تیرہ سو برس کا اسلام کیا ہے؟ سلیم کے نام پندرھویں خط کے صفحہ نمبر ۲۵۱-۲۵۲ میں فرماتے ہیں کہ آج جو اسلام دنیا میں مروج ہے۔ وہ زمانہ قبل قرآن کا مذہب ہو تو ہو۔ قرآنی دین سے اس کا کوئی واسطہ نہیں۔ گویا آپ کی نظر میں تیرہ سو برس سے مسلمان مسلمان نہیں۔ بلکہ یہود و نصاریٰ، مشرک و کافر ہیں۔

وائے گر از پس امروز بود فردائے۔

پرویز کی نظر میں اللہ، خالقِ کائنات، معبودِ برحق، رب العالمین کا مفہوم

(۱) سورۂ فتح کی آیت۔ رضی اللہ عنہم و رضوا عنہ کا یہ ترجمہ کیا ہے۔ کہ

انہوں نے قانونِ خداوندی سے موافقت پیدا کر لی۔ اور وہ قانون ان کا رفیق و یار بن گیا۔ دیکھئے

(اللہ کا ترجمہ قانونِ خداوندی ہے)

(۲) سورہ رحمٰن میں جو لفظ وَجْہُ ۱ وَرَبِّكَ آیا ہے۔ اس سے پرویز صاحب نے "قانونِ ربوبیت" مراد لیا ہے

(۳) آیت:- لَوْ كَانَ فِيهِمَا آلِهَةٌ إِلَّا اللَّهُ لَفَسَدَتَا

یعنی اللہ کے سوا کوئی اور معبود ہوتا تو آسمان و زمین میں فساد برپا ہو جاتا۔ کا ترجمہ آپ نے کیا ہے۔ کہ اگر انسان کی معاشی زندگی میں کوئی اور قانون نافذ ہوں۔ اور کائناتی زندگی میں اور تو اس کا نتیجہ فساد کے سوا کچھ نہ ہوگا۔ (اس کے یہ معنی ہوئے۔ کہ اللہ تمام ہے معاشی اور کائناتی زندگی گا۔ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ۔ ایسے لوگوں کے متعلق علامہ اقبالؒ کہہ گئے ہیں۔

ع۔ خود بدلتے نہیں قرآں کو بدل دیتے ہیں

(۴)۔ خدا عالم الغیب والشہادۃ کے معنی صاف ہیں کہ خدا ظاہر و باطن کو جانتا ہے۔ مگر پرویزی ترجمہ ہے:۔ کہ قانونِ خداوندی ان مخصوص نتائج کے علاوہ ان نتائج کا حامل بھی ہوتا ہے۔ جو تمہاری آنکھوں سے اوجھل رہتے ہیں۔ اور جو تمہاری مستقبل کی زندگی کو سنوارتے ہیں۔ یعنی اللہ کی ذات کوئی نہیں۔ صرف اس کا قانون ہے۔ قانون ہی قانون ہے قانون ساز کوئی نہیں ہے۔

(۵)۔ اللہ عزیز (غالب ہے) مگر پرویز لکھتے ہیں کہ قانون ربوبیت بڑی قدرتوں کا مالک ہے (یہاں بھی اللہ تعالٰے کا وجود گم)

(۶)۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ (سب تعریف جہان کو پالنے والے رب کی ہے) کا ترجمہ پرویز صاحب یوں کرتے ہیں۔ کہ دنیا میں وہی معاشرہ مستحق تعریف و ستائش ہوگا جو رب العلمین (تمام نوع انسان کی ربوبیت کے)

محکم اصول پر قائم کیا جائیگا۔

(سلیم کے نام بارھواں خط ص ۱۹۴)

ناظرین! آپ نے دیکھ لیا کہ پرویز صاحب خالق کائنات، رازق، حی و قیوم، غفور و رحیم، حکیم، علیم اور عالم الغیب والشہادۃ، خدا کی ہستی تسلیم کرنے کی بجائے صرف اس کے قانون کو ہی تسلیم کرتے ہیں۔ قانون موجودہ نقش غائب۔ یہ دہریت کی تبلیغ نہیں تو اور کیا ہے حقیقت یہ ہے کہ خدا تعالیٰ خود ظاہر و باطن کا عالم ہے نہ کہ اس کا قانون اور حکیم عالم الغیب اور شہادۃ ہے۔ پرویز کو اللہ تعالیٰ کی ذات سے کیوں اتنی کد ہے کہ اس کی جگہ معاشرہ کو رب العلمین تاویلاتِ باطنہ مالک یوم الدین معبود اور رازق بنا رہے ہیں۔ یہی وہ نادان مفسر ہیں جو بقول علامہ اقبال قرآن کو "پاژند" بنا دیتے ہیں

ختم نبوت کا انکار:۔ علامہ ماہر القادری اس عنوان کے تحت پرویز کی تحریروں سے ثابت کرتے ہیں۔ کہ اللہ تعالیٰ کی ذات کی نفی کے ساتھ پرویز صاحب کا یہ معاملہ ہے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کو دین میں حجت نہیں سمجھتے اور اسے تاریخی نوشتے سے زیادہ وزن نہیں دیتے حالانکہ قرآن کریم میں بار بار اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے ساتھ ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کا بھی حکم دیا گیا ہے۔

(اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ مَنْ یُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰہَ)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت و "سنت" کی نفی کر دینے کے بعد ختم نبوت پر انہوں نے ہاتھ صاف کر دیا ہے اور کہا ہے کہ ختم نبوت سے مراد یہ ہے کہ اب دنیا میں انقلاب شخصیتوں کے ہاتھ نہیں بلکہ تصورات کے ذریعے رونما ہوا کرے گا۔ سوال یہ ہے کہ یہ تصورات جن کے ذریعے دنیا میں انقلاب پیدا ہوا کرے گا۔ کہاں پائے جائیں گے ہواؤں میں یا پانی کی موجوں پر؟ یا بادل کے ٹکڑوں درختوں کی چھالوں اور پہاڑوں کی چٹانوں پر لکھے ہوئے ملا کریں گے؟ جن فلسفیانہ نکتوں سے پرویز نے اسلامی عقیدہ "ختم نبوت" کی نفی اور تردید کی ہے وہ نہایت قابل افسوس ہے۔ وہ لوگ کس قدر کمزور

دماغ ہیں۔ جو ایسی تحریروں سے متنفر نہیں ہوتے۔

الصلوٰۃ (نماز) پر پوجا پاٹ کی پھبتی:- پرویز فرماتے ہیں "اقیام الصلوٰۃ" کا ترجمہ کیا جاتا ہے۔ نماز قائم کرو۔ اور اس کا مطلب یہ لیا جاتا ہے۔ کہ نماز پابندی کے ساتھ پڑھو۔ اور اس سے مقصود ہوتا ہے خدا کی پرستش۔ اس لئے آج یہ بات بمشکل سمجھ میں آسکتی ہے کہ اس پرستش کو "معاشی امور" سے کیا واسطہ! یہ شبہ کوئی نیا نہیں۔ وحی کی طرف سے ہمیشہ دین (نظام زندگی) ملتا تھا۔ لیکن اسے انسان رفتہ رفتہ مذہب (دھرم) میں بدل دیتے تھے۔ اسی طرح دین کے وہ تمام عناصر جو نظام زندگی کے ستون تھے۔ رفتہ رفتہ پوجا پاٹ میں بدل جاتے تھے۔ اور ان کا انسانی زندگی سے کوئی واسطہ نہیں رہتا تھا۔ یہی کچھ سابقہ اقوام نے کیا۔ اور یہی کچھ مسلمانوں سے ہوا۔ (قرآنی نظام ربوبیت صہ ۱۸۵)

آہ پرویز نے نماز پر جس کی پابندی کی قرآن مجید میں تاکید ہے "پوجا پاٹ" کی پھبتی کس کر قرآن کریم پر طنز کی ہے۔ کہلاتا اہل قرآن اور قرآنی احکام کا مضحکہ اڑانا ان لوگوں کی قرآن دشمنی کا کتنا بیّن ثبوت ہے۔ سورۃ جمعہ میں نماز پڑھنے کی اس قدر تاکید ہے کہ اس کی اذان ہوتے ہی اللہ کے ذکر کی طرف دوڑو۔ اور خرید و فروخت کو چھوڑ دو۔ اس حکم نے پرویز کے معنی نماز "معاشی امور" کا ستیاناس کر دیا اور نماز ادا کرنے کے لئے "معاشی امور" (خرید و فروخت) چھوڑنے کا حکم دیا۔

پرویز کا عندیہ معلوم ہوتا ہے کہ مسلمانوں کے دلوں سے عبادت الٰہی کی اہمیت دور کرکے ان کو معاشی امور کی طرف متوجہ کیا جائے۔

مولانا روم فرما گئے ہیں۔ چیست دنیا از خدا غافل بدن

اس کے برعکس پرویز صاحب مسلمانوں کو خدا سے غافل کرکے دنیا کی طرف لگا رہے ہیں۔

قرآنی حکومت کے بغیر اقامت صلوٰۃ ناممکن ہے:۔ یہ بات بھی پرویز کی بڑ اور خرافت

صلوٰۃ کو باطل کرنے والی ہے۔ کیا مسلمانوں نے مکّہ کی تیرہ سالہ ابتدائی اسلامی زندگی میں جبکہ قرآنی حکومت قائم نہیں تھی۔ نماز پڑھنا علانیہ یا چھپ کر ترک کر رکھا تھا۔ کیا جن ملکوں میں قرآنی حکومت قائم نہیں ہوئی اور مسلمان وہاں پہنچ گئے تو انہوں نے نماز پڑھنا ترک کر دیا؟ مسجدیں نہ بنوائیں؟ مثلاً پنجاب کے متعصّب سکھی دور میں جب کہ بلند اذان دینے کی ممانعت ہوئی۔ مسلمانوں نے نماز ترک کر دی؟ یا اب بھارت میں قرآنی حکومت قائم نہیں تو کیا وہاں اقامت صلوٰۃ متروک ہے۔ آہ پرویز! تو کس کس باطل طریق سے اقامت صلوٰۃ کی راہ میں روڑے اٹکا رہا ہے۔ اور پھر دعویٰ ہے کہ میں مبلّغ قرآن ہوں۔

چند قرآنی اصطلاحات۔ پرویز صاحب نے قرآنی ربوبیت کے باب چہارم میں جو قرآنی اصطلاحات کی تحریف کی ہے ان میں لفظ حق اور باطل ہے۔ اس کے معنے آپ نے "تعمیری نتائج" اور "تخریبی نتائج" کر کے سچ اور جھوٹ کے مفہوم کو الجھا دیا ہے۔ کیمونزم کے بعض تعمیری نتائج آج سامنے آ رہے ہیں۔ تو کیا انہیں حق سمجھ لیا جائے؟ جھوٹ کو اس دنیا میں خاصہ فروغ حاصل ہوتا ہے تو کیا اس فروغ کے سبب جھوٹ کو "تعمیری" سمجھ لیا جائے۔

پرویز نے فضل کے معنے "معاشی سہولتیں"۔ "رزق کی فراوانی"۔ "خاص کر کے" "جو" کو "کل" اور "فروغ نوعین" قرار دیا ہے۔ جو معانی اور بیان کے نقطۂ نگاہ سے بھی غلط ہے اور پڑھنے والوں کا ذہن اس کے متعدد معانی بھلائی کرنے۔ "بڑھنے"۔ "مہربانی کرنے" "احسان"۔ "زیادتی"۔ "زائد ہونے"۔ "ترجیح دینے" سے پھیر دیا ہے۔

پرویز نے طیبات کے معنی محض "زندگی کی خوشگواریاں" کر کے مسلمانوں کے دلوں سے اس لفظ کے واحد "طیّب" کے دوسرے معنی "پاکیزہ"۔ "نیک مرد"۔ وغیرہ بیان کرنا گوارا نہیں کیا۔ پرویز صاحب کے طیّبات کے معنی کی رو سے تو ناچ گا کر اپنی زندگی خوشگوار بنانے والی عورت طیّبات میں داخل ہے۔ مگر قرآنی نقطۂ نگاہ سے وہ

طیب نہیں خبیث ہے۔

پرویز نے اعمالِ صالحہ کا ترجمہ اور تشریح یوں کی ہے :۔

"انسانی ذات اور معاشرہ میں ہمواریاں پیدا کرنے والا پروگرام ۔ وہ اعمال جو انسان کی صلاحیتوں کو ابھار کر نشوونما دیں۔"

نیکی ، تقویٰ ، صالحیت اس قسم کے تمام الفاظ سے پرویز صاحب کو چڑ ہے نیکوکاری کا کوئی تصور ہی وہ ذہن و قلب میں پیدا کرنا نہیں جانتے ۔ اور خشیتِ الٰہی کا کوئی خانہ ان کے مرقع افکار میں سرے سے پایا ہی نہیں جاتا انہوں نے اعمال صالحہ کی جو ترجمانی کی ہے۔ اس کے آخری حصہ کی رو سے تو ایک بت تراش بت بنا کر اور صنم تراش کر "صالح" ہونے کا دعویٰ کر سکتا ہے۔ کہ اس طرح اس نے اپنی "صلاحیتوں" کو ابھارا ہے۔ فلموں کے ایکٹر اور ایکٹریسیں اور کلب گھروں اور ڈانسنگ ہالوں کے رقاص یہ سب کے سب عمل صالح ہی کے تحت اپنی صلاحیتوں کو نشوونما دے رہے ہیں۔ اور یہ آرٹ سرکل عمل صالح کے بڑے مرکز ہیں۔ (نعوذ باللہ من ھذا الکفر و الھفوات)

تقویٰ کے پرویزی معنے ہیں۔ معاشی پروگرام کو مستقل اقدار (قانون خداوندی) کے ساتھ ہم آہنگ رکھنا اور اس طرح فرد اور معاشرہ کو تخریب سے محفوظ کر لینا۔

اس معاملے میں پرویز کے نزدیک متقیوں کا سب سے بڑا امام اور پیشوا کارل مارکس گذرا ہے۔ جس نے معاشی پروگرام کے سوا اور کوئی چیز پیش ہی نہیں کی۔ پرویز کی نگاہ میں جو شخص نماز نہ پڑھے روزہ نہ رکھے۔ مگر معاشی پروگرام کو مستقل اقدار کے ساتھ ہم آہنگ رکھے گا۔ تو وہ صاحب

تقویٰ ہے۔ تقویٰ کے لئے فکر و خیال کی طہارت اور سیرت و عمل کی پاکیزگی کی کوئی شرط اور پابندی ہونا ضروری نہیں۔ کوئی شخص عورتوں کو چکلے میں بٹھا کر اور پیشہ کرا کر معاشی پروگرام کو متوازن رکھ سکتا ہے۔ تو اسے صاحب تقویٰ کہا جائے گا۔ اسی طرح ناجائز کمائی پر ٹیکس کی آمدنی سے کسی حکومت کو معاشی پروگرام میں تقویت ہوتی ہو۔ تو پرویز کی زبان سے اسے تقویٰ کہہ سکتے ہیں پرویز پنجاب میں پیدا ہو کر مسلمان کہلاتے ہوئے تقویٰ کے یہ معنے کرتا ہے۔ مگر عربی کی مشہور متداول لغت المنجد کا مؤلف لویس معلوف عیسائی ہے اسنے علی الرغم پرویز التقویٰ کی ترجمانی یوں کی ہے کہ مخافة اللہ والعمل بطاعة (یعنی اللہ کا خوف اور اس کی اطاعت و حکم کے مطابق عمل)

در اصل قرآن میں "تقویٰ" نفس کو ہر اس چیز سے بچانے کا نام ہے۔ جو گناہ کی طرف لے جائے۔ یہ بات ممنوعات کے اجتناب پر حاصل ہوتی ہے

مسٹر پرویز ایسا معاشرہ قائم کر رہے ہیں۔ جو عہد رسالت اور خلافت سے بالکل مختلف ہے۔ اسے تقویٰ سے مناسبت ہے نہ خشیت الٰہی سے آخرت کی ذمہ داری اور جواب دہی سے کوئی واسطہ نہیں۔ اس کی رہبر اور مقصود و منبع صرف معاشیات اور مادی تقاضے ہیں اور یہ وہی منہاج فکر ہے۔ جس کے مارکس فرائڈ اور ڈارون عقل و فکر کو انسانیت کے لئے بنا دیا گیا۔

آخری گذارش

اگر کوئی شخص اس بات پر جم جائے۔ کہ میں قرآن کریم کو خود ہی سمجھوں گا۔ یہاں تک کہ احادیث و آثار سے بھی قرآن کی تفہیم میں کوئی مدد نہ لوں گا۔ اور جو کچھ سمجھوں گا۔ اس کو قلم بند کرتا چلا جاؤں گا۔ اس شخص کے اندر خلوص بھی ہو۔ تو اسے قرآن کریم کی تشریح و تفسیر میں اگرچہ جا بجا شدید ٹھوکریں لگیں گی۔ اور طرح طرح کی غلطیاں اس سے سرزد ہوں گی

مگر قرآن کی معنوی تحریف کی۔ وہ شخص والنتہ جرأت نہ کر سکے گا۔ لیکن پرویز صاحب نے یہ کیا ہے۔ کہ پہلے انہوں نے چند نظریے وضع کئے ہیں پھر قرآن کریم کو ان نظریوں کا تابع بنا کر قرآن کی تفسیر فرمائی ہے۔ جس کا نتیجہ لازمی طور پر یہی نکلنا چاہیئے تھا۔ کہ قرآن کریم کی تعلیمات مجروح اور ان کی معنویت محرف ہوتی چلی جائے۔ وہ قرآن کریم کے پیچھے چلنے کی بجائے قرآن کریم کو اپنے افکار و تصورات کے پیچھے چلانا چاہتے ہیں۔

قرآن کریم سمجھنے میں سب سے زیادہ مستند و معتبر چیز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات ہو سکتی ہے۔ کہ خود قرآن کریم اس کی شہادت دیتا ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے تلاوت قرآن کے علاوہ کتاب و حکمت کی تعلیم اور تزکیہ نفس کے لئے بھی مبعوث اور مامور فرمایا تھا۔ بالکل سامنے کی بات ہے کہ جس ذات گرامی پر قرآن نازل ہوا تھا۔ قرآن کے منشاء اور مفہوم کو اس سے بہتر کون سمجھ سکتا ہے۔

مگر

پرویز صاحب نے سب سے پہلے کتاب و حکمت کی تعلیم یعنی سنت نبوی پر ہاتھ صاف کیا اور احادیث کو یک قلم بے اعتبار ٹھہرایا اور عجمی سازش سے تعبیر کیا۔ اب رہے صحابہ کرام جو خود عاملین قرآن بھی تھے۔ اور وحی الٰہی کے مخاطبین اولین بھی تھے۔ اور خود مہبط وحی الٰہی (علیہ الصلوٰۃ والتسلیم) کے تربیت یافتہ اور سنوارے ہوئے بھی تھے۔ ان کے اقوال و آثار اور مسلک و زندگی کا قرآن کی تفہیم اور عملی تعلیم میں بہت کچھ وارد مدار سنت رسول پر ہے تو سنت رسول اور ارشادات نبوی کو بے اعتبار اور

بے وزن ٹھہرا دینے کے بعد صحابہ کرامؓ کے قول و آثار آپ ہی آپ ساقط الاعتبار ہو جاتے ہیں۔ (معاذ اللہ)

اب رہ جاتے ہیں کتاب و سُنّت اور حدیث و فقہ کے جاننے والے ائمہ اور علماء ان کے بارے میں پرویز صاحب یہ رائے رکھتے ہیں کہ تیرہ سو سال سے مسلمان اس کوشش میں لگے ہوئے ہیں، کہ نزول قرآن سے قبل کے "مذہب" کو پھر واپس لے آئیں اور اس کوشش میں مسلمانوں کو کامیابی بھی ہو گئی۔ اسی طرح مسٹر پرویز نے تیرہ سو سال کے مفسرین، محدثین، فقہاء اور ارباب صلاح و تقویٰ کی تمام دینی اور علمی کوششوں پر خطِ تنسیخ کھینچ کر ان کے مسلک کو قرآن کا مخالف اور معاند ٹھہرا دیا۔

احادیث رسولؐ اور اقوال صحابہؓ اور وہ ائمہ اور علماء جن کو قرآن اُولی الذکر کہتا ہے۔ ان تینی ذریعوں سے قرآن کی تفہیم میں بہت کچھ مدد مل سکتی تھی۔ مگر پرویز صاحب نے ان تینوں ذریعوں ہی کو بے اعتبار اور ناقابل حجت و استدلال ٹھہرا کر اپنے لئے میدان صاف کر لیا۔ اسی طرح دنیا پر دے پر کسی کا قول اور عمل ان کے لئے نہ حجت ہے اور نہ سند ہے۔ وہ اپنی ذات سے خود حجت و برہان واقع ہوئے ہیں۔

اسلامی تاریخ بہت سے اہل تقویٰ اور صلحاء امت کی نشان دہی کرتی ہے۔ ان کے قول و عمل کا دینی مسائل میں وزن مانا جاتا ہے۔ ان نیک نہاد بزرگوں کو مسٹر پرویز صاحب نے اس طرح ناقابل اعتماد قرار دیا کہ "عمل صالح اور تقویٰ" کے معنی ہی بدل ڈالے۔ اور چونکہ معاشی پروگرام کو مستقل اقدار سے

ہم آہنگ کرنے کا فن انہیں نہیں آتا تھا۔ تو یہ بزرگ اہلِ تقویٰ ہی کب تھے۔ ان ملّانوں اور مولویوں نے ان لوگوں پر خواہ مخواہ صالحیت اور تقویٰ کو چپکا دیا ہے۔

تو ——— اب لے دے کر

پرویز صاحب کی ذات ہی پر نگاہ انتخاب جا کر ٹھیرتی ہے۔ کہ نزولِ قرآن سے لے کر آج تک قرآن کو اس کی حقیقی معنویت اور اصل مفہوم و منشار کے ساتھ صرف پرویز صاحب نے سمجھا کہ قرآن کریم کے جس لفظ اور جس اصطلاح کا مفہوم وہ متعین کر دیں۔ وہی عین حق ہے۔

پس دریا برد کر دو احادیثِ نبویؐ کے تمام مجموعوں کو اور آگ لگا دو قرآن کی ساری تفسیروں کو اور لپیٹ کر رکھ دو ——— فقہ و اخلاق کے تمام دفتروں کو قرآن کریم کی شرح و ترجمانی کا واقعی حق تو پرویز صاحب نے ادا کیا ہے۔ اسی لئے انہی کے افکار معتبر ہیں۔ مستند ہیں اور لائق اعتبار ہیں۔ تیرہ سو سال کی مدت میں بس یہی ایک ایسی شخصیت ظہور میں آئی ہے۔ جو "قرآنی اسلام" اور "قرآنی معاشرے" کی داعی ہے اور جس نے قرآن کے صحیح منشار کو پا لیا ہے۔

انکارِ حدیث کا یہ فتنہ جو قرآن کریم کی معنوی تحریف تک جا پہنچا ہے۔ جو دین کی مسلّمہ اور متفقہ اقدار تک کو الٹے دے رہا ہے۔ اور جس کے

لہ۔ جو صاحب بھی اس مضمون کو مفید سمجھیں۔ کہ اس کی اشاعت سے اچھے نتائج مرتب ہوں گے۔ وہ چاہیں تو اس مضمون کو کتابی صورت میں شوق سے چھاپ سکتے ہیں۔ اس مضمون کے "نقل و اخذ" کی عام اجازت ہے۔

گمراہ ہونے میں کسی تامل و شبہ کی ذرہ بھر گنجائش نہیں ہے۔ اس سے اہل ایمان کو بچانا اہلِ علم اور اربابِ فکر کا فرض ہے۔ یہ آگ جو دین و ایمان کو خاکستر بنانے کے لئے بھڑکائی گئی ہے، اس کی فتنہ سامانی کو خاموش تماشائی بن کر نہیں دیکھا جا سکتا۔ ہم نے اللہ تعالیٰ کے حضور آخرت کی پوری ذمّہ داری اور جواب دہی کے احساس کے ساتھ جس بات کو سمجھا اسے ظاہر کر دیا۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو حق کہنے اور حق پر چلنے اور ناحق کا مقابلہ کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

ربّنا تقبّل منا انک انت السمیع العلیم!

(ماہر القادری)

اسی موضوع پر ذوقی لاہوری صاحب کے مقالے کا اقتباس تذکرہ کا لطف دے گا۔ یہ مضمون بشکریہ رسالہ "شہاب" لاہور، رسالہ عارف لاہور بابت ستمبر ۱۹۶۱ء سے نقل کیا گیا ہے (اداره)

اقبال مرحوم کے وہ شعر تو آپ نے پڑھے یا سنے ہوں گے جو انہوں نے محمد علی باب پر کہے تھے ۔

تھی خوب حضورِ علما باب کی تقریر
بیچارہ غلط پڑھتا تھا اعراب سمٰوات
اس کی غلطی پر علماء تھے متبسم!
بولا تمہیں معلوم نہیں میرے مقامات
اب میری امامت کے تصدق میں ہیں آزاد
محبوس تھے اعراب میں قرآن کے آیات

مرحوم اگر آج زندہ ہوتے تو وہ ایک منکرین حدیث وسنت کے سرخیل (بزعم خویش) کی شان میں بھی کہتے۔ اس لئے کہ محمد علی باب کی امامت کے تصدق میں اگر آیات قرآنی کو اعراب کے قید خانے سے آزادی ملی تھی۔ قرآن کی امامت کے صدقے آیات قرآنی کو زبان، محاورے، رسول کی تشریح و تفسیر بلکہ

خود قرآن کریم کے اپنے بیان کردہ معانی و تشریح سے آزادی مل گئی ہے
پرویز صاحب نے اللہ کے رسول ؐ کو تو یہ کہہ کر قرآن کریم کی تشریح و
تفسیر کے منصب سے بے دخل کر دیا کہ ان کا کام محض قرآن کو بندوں تک
پہنچانا تھا۔ اس کام کو انجام دینے کے بعد ان کی حیثیت ختم ہو گئی۔
گویا دوسرے الفاظ میں نعوذ باللہ بیان کفر کفر نباشد۔ پرویز صاحب
یہ کہتے ہیں کہ اللہ کے رسول ؐ کی حیثیت محض ایک پوسٹ مین کی تھی۔
جنہیں اللہ میاں نے اپنا نامہ دیا۔ کہ مکہ و مدینہ کے مہاجرین و انصار تک
پہنچا دو۔ تاکہ یہ نسلاً بعد نسل مسلمانوں میں منتقل ہوتا رہے دنیا تک۔
چودھویں صدی کی انگریزی حکومت کے ایک کلرک مسمی غلام احمد پرویز
سابق ساکن بٹالہ۔ (یہ عجیب اتفاق ہے کہ مرزا غلام احمد قادیانی بھی
بٹالہ ہی کی مردم خیز خاک سے اٹھے تھے) بحال مقیم لاہور کے ہاتھوں میں
پہنچ جائے۔ کیونکہ اس کے معارف و معانی بیان کرنے کے جملہ حقوق
انہیں کے نام محفوظ ہیں۔ وہ جو کچھ فرمائیں گے بس مستند ہوگا۔ وہ فرمایا گویا
یا پھر پرویز صاحب بڑی عنایت فرماتے ہیں۔ تو اللہ کے رسول ؐ کو یہ
مقام دیتے ہیں کہ آپ اپنے وقت میں مرکز ملت بھی تھے مگر مرکز ملت ہونے
کی حیثیت سے آپ نے قرآنی آیات کی تشریح و تفسیر کی اور اس کے
اوامر و نواہی کی جو تعبیر کی اور اسلام کے اخلاقی، دینی، معاشرتی، تہذیبی
اور سیاسی نظام کی جو عمارت تعمیر کی وہ بس آپ کی زندگی تک محدود
تھی۔ آپ کے بعد مسلمانوں کے لیے نہ آپ کا کوئی قول و فعل حجت
ہے۔ نہ آپ کی بیان کردہ قرآن کریم کی تفسیر، تشریح اور نہ آپ کا نافذ کردہ
نظام حیات۔ اب ہر شخص چاہے وہ انگریز کے دفاتر میں زندگی بھر قلم گھستا

رہا ہو۔ آزاد ہے۔ کہ جس طرح چاہے قرآن کے معانی و تفسیر بیان کرے۔

پرویز صاحب جب، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو یوں بے دخل کر دیتے ہے نہ جھجکے تو بیچاری عربی زبان۔ اس کی لغت اور اس کے محاورں کی کیا مجال تھی۔ کہ ان کے آگے دم مارتے۔ انہوں نے ان کا وہ جھٹکا کیا ہے کہ کسی عرب کو اگر بتا دیا جائے۔ کہ دیکھو یہ عجمی تمہاری زبان کے الفاظ اور محاوروں کو یوں منہ چڑاتا اور ان کا جھٹکا کرتا ہے۔ تو وہ حضرت کا منہ نوچ لے۔ یا اپنا سر پیٹ لے۔ کہ "عربی لغت مرا یا بن عجمی کر دیا۔"

مثلاً لفظ اللہ ہے۔ عربی زبان کی لغت میں اس کے جو معنی بھی ہوں۔ عرب محاورے میں اہل زبان اس لفظ کے مادے اور اس کے مشتقات کو جس معنی میں بھی استعمال کریں۔ قرآن کریم کا یہ واحد اور عظیم مفسر انہیں کب خاطر میں لاسکتا ہے۔ اس نے عربی زبان کو بھی علم لدنی کی ایک شاخ بنا دیا ہے۔ چنانچہ اس نے اللہ کے جو بے شمار معانی بیان کئے ہیں۔ ان میں سے دو ایک ملاحظہ فرمایئے۔

—— اللہ اور رسول کی اطاعت سے مرکزی حکومت کی اطاعت ہے۔ جو قرآنی احکام نافذ کرے گی (اسلامی نظام صفحہ ۸۶)

گویا اللہ کے معنی ہوئے مرکزی حکومت۔ یا مرکز ملت۔ اب اگر کسی روز بخت کی یاوری سے پرویز صاحب مرکز ملت بن جاتے ہیں۔ تو گویا وہ اللہ ہو جاتے ہیں۔

—— جب انسانی دنیا سے متعلق ذکر ہوگا۔ تو وہاں اللہ سے مراد ہوگا۔ ملت کا وہ اجتماعی نظام جو اللہ کے قانون کو نافذ کرنے کا ذمہ دار ہے۔

گویا یہاں اللہ کے معنی ہوئے اجتماعی نظام۔ یعنی پرویز صاحب مرکز

ربت ہونے کی حیثیت سے خود بھی اللہ ہوں گے اور ان کا اخذ کردہ اجتماعی نظام بھی اللہ ہوگا۔

ربانی کے معنی بھی سنئے اور سر دھنئے۔

ربانی ربوبیت دینے والا (عربی۔ سلیم کے نام ارشاد ہوتا ہے۔ لیکن اگر انسان اپنی معاشرتی زندگی میں نظام ربوبیت قائم کرلیں۔ اور ہر فرد دوسرے فرد کا مربی (ربوبیت دینے والا۔ ربانی) بن جائے۔

اب چند آیات کے ٹکڑوں کا بھی ترجمہ سن لیجئے۔

ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم:۔

تم میں سے جو سب سے زیادہ اپنی معاشی زندگی کو سماوی قانون سے ہم آہنگ کرکے دکھا دے، وہی سب سے زیادہ قابل عزت ہے

(سلیم کے نام صفحہ ۱۸۶)

الذین آمنوا وکانوا یتقون:۔

جو لوگ زندگی کے اس صحیح نظریہ پر جو قرآن نے پیش کیا ہے۔ یقین رکھتے ہیں۔ اور اپنی معاشی زندگی کو اسلامی قوانین سے ہم آہنگ کرتے ہیں

(اسباب زوال امت صفحہ ۳۸)

قل اعوذ برب الناس:۔ اس سے یہی مراد ہے کہ تم اپنے نظام سے اس طرح وابستہ رہو جس طرح ایک نوزائیدہ بچہ ہر وقت اپنی ماں کے ساتھ رہتا ہے (طلوع اسلام۔ جون ۵۴ء صفحہ ۵)

لاخوف علیہم ولا ہم یحزنون:۔

ان میں نہ کسی قسم کا خوف رہے گا۔ نہ انہیں احتیاج کی فکر ستائے گی

اولئک الذین کفروا بآیات ربہم ولقائہ:۔

یہ وہ لوگ ہیں جو درحقیقت قانون خداوندی کا عملی انکار کرتے ہیں۔ اس طرح کے حقائق کا آمنا سامنا کرنے کے بجائے گریز کی راہیں نکالتے رہتے ہیں۔ (طلوع اسلام اکتوبر ۱۹۵۱ء)

اب عرب اہل زبان سے پوچھیے۔ ان کے فرشتوں کو بھی یہ معانی کبھی سوجھے ہیں۔ جن کا انکشاف بٹالہ کی خاک سے اٹھنے والے اس عجمی پر ہوا ہے۔ اور سوجھتے بھی کیوں؟ وہ عربی زبان۔ اس کے اصول و قواعد۔ اور اس کے محاورے سے راہنمائی لیتے ہیں۔ اور یہاں یہ سب ان کے ہاتھ باندھے غلام ہیں۔ یہ جس طرح چاہتے ہیں انہیں استعمال کرتے ہیں۔ اور کیا مجال کہ وہ چوں کر سکیں۔ اور کس کا جگرا ہے کہ عربی زبان کا یوں جھٹکا کرنے پر احتجاج کر سکے۔ چودہ سو سال کے بعد تو ایک شخص کو توفیق ہوئی ہے کہ وہ دنیا پر قرآن کریم کا صحیح مفہوم واضح کر پایا ہے۔ وہ اگر عربی زباں کے اصول، و قواعد اہل عرب کے محاوروں اور لغت کی پابندی کرنے لگے تو اس کام کو کرچکا۔ اقبال زندہ نہیں رہے تو کیا ہوا۔

خود علی محمد باب کے الفاظ ہیں۔ ذرا سا تغیر کر کے بجا طور پر کہہ سکتا ہے

اے میری امامت کے تصدق میں ہیں آزاد
محبوس دو دابائیں تھے۔ قرآن کے آیات

لغت اصول و ضوابط اہل زبان کے محاورے اور طریق استعمال ہر شے سے آزاد ہو کر کسی مضمون مقالے یا شعر کی تشریح و توضیح فی الواقعہ علامہ ہونے کا سب سے بڑا ثبوت ہے۔ بھلا اس شخص کے علم کے آگے ان لوگوں کے علم کی کیا حیثیت رہ جاتی ہے۔ جنہوں نے اپنے اصول کو اصول و ضوابط وغیرہ میں جکڑ رکھا ہے۔

منکرِ حدیث نمبر ۲ کی گہری چالیں اور ان کا رد

(از قلم مولانا محمد عالم آسی۔ امرتسری۔ علامۂ وقت)

اب ہم لگے ہاتھ جناب کمترین کا مذہب پیش کرتے ہیں۔ کہ جس نے خود پیدا کردہ لیاقت علمی سے قرآن مجید کا ایک نیا مفہوم قائم کیا ہے۔ جو ان مدعیان نبوت سے بھی نرالا ہے۔ اور اس کا دعویٰ ہے کہ امتِ محمدیہ نے اس کی اصلی تعلیم کو مدت سے چھوڑ کر پیروں اور مولویوں کی تعلیمات کو اسلام سمجھ رکھا ہے۔ اور آج تک قرآن کی اصلی تعلیم پر ان کی بدولت ستر ہزار پردے پڑ چکے ہیں۔ مگر خدا کے فضل و کرم نے مجھے قرآن فہمی کا ایسا کامل مادہ عطا فرمایا ہے۔ کہ جس سے تمام تفاسیر و احادیث کا امتحان ہو سکتا ہے۔ اور چونکہ یہ نعمت الٰہی بلا عمل حاصل ہوئی۔ اس لئے اس کا اظہار ضروری ہے۔ جو اس وقت متعدد تصانیف اور رسالہ "البلاغ" امرتسر کی اشاعتوں میں ناظرین کی خدمت میں پیش ہو رہا ہے۔ اور ایک تفسیر بیان للناس اردو میں شائع کی جا رہی ہے۔ جس میں تمام مخالفین (آریہ ہندو سکھ عیسائی، اہل سنت اور شیعہ) کی کمزوریوں پر بحث کی جاتی ہے اور ثابت کیا جاتا ہے کہ جو قرآنی مفہوم چودہ صدیوں میں قرار پایا ہے۔ وہی دستور العمل بننے کا حقدار ہے پچھلے دنوں میں ان کے رسالہ البلاغ کے مضامین پر اہل اسلام نے تنقید کرتے ہوئے ثابت کیا تھا کہ

یہ فرقہ ضروریات اسلام کا منکر ہے۔ اور اہل قرآن کی پارٹیوں میں یہاں تک غلو کر چکا ہے کہ قرآن و حدیث کی تردید قرآن سے ہی کرتا ہے۔ اور عبادات اسلامیہ سے روگشتہ ہونے کا درس دیتا ہے۔ اس لئے اسی پارٹی نے ان دنوں ایک آٹھ ورقہ ٹریکٹ شائع کیا ہے۔ جس میں وہ اپنی پوزیشن الزامات مذکورۃ الصدر سے صاف کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ مگر جو چال اس میں چلی گئی ہے وہ بہت گہری ہے۔ جو نہ امام حقیقی کو سوجھی ہے۔ اور نہ مہدیان پنجاب و ایران کے فلک کو سمجھ میں آئی ہے۔ چنانچہ جناب لکھتے ہیں کہ

عقائدی گشش کی ڈینگ

(اول) ہمارے عقائد میں اس قدر کشش ہے۔ کہ تمام نو تعلیم یافتہ خود بخود ان کی طرف کھچے آ رہے ہیں۔ قوم کو گمراہ کرنے والے مولوی چاہتے تھے کہ کوئی مسلمان ان کی اجازت کے سوا قرآن پر حاوی نہ ہو۔ مگر اس امت مسلمہ نے یہ بت توڑ کر ذہنی آزادی کا علم کھڑا کر دیا ہے ایسی جماعت کا نام امت مسلمہ ہے اور افراد امت ہذا کا نام مسلم قرار پایا ہے۔ .... کیونکہ یہ نام جناب ابراہیمؑ نے اپنی ذریت کو دیا تھا۔ جسے نبی اکرم نے اپنے لئے اور اپنے تابعداروں کے لئے قبول کیا ہے اور ہم بھی قبول کرتے ہیں۔ یہ امت ہر ایک مسئلہ میں قرآن کو ہی کافی سمجھتی ہے اور ان مولویوں کا ذریعہ تقسیم پہ ولی تد کرتی ہے جو اس وقت اولیاء ومی دو لی اللہ بنے ہوئے ہیں اور ہم کو بدنام

لہ: ایسا ہی ٹریکٹ حال ہی میں منکر حدیث نمبر ۳ نے شائع کیا ہے (دائرہ)

کر رہے ہیں۔

جواب:۔ جو عقائد کرشن قادیانی اور مسیح ایرانی نے پیش کئے ہیں۔ ان پر یہی تو تعلیمیافتہ لٹو ہو جاتے ہیں۔ تو پھر یہ صداقت کا نام کیسے ٹھہرا۔ آج کل یہ ہے۔ کہ یہ وہ ایک شخص ہے۔ کہ اپنے ہم عقائد بہم پہنچائے تو اس تعریف میں کرزن کا نمبر کسی سے کم نہیں۔ بلکہ سب سے اول ہے۔ کیونکہ غیر کے ذریعہ معاش پر بھی چھاپہ مارنے کی ٹھان لی ہے۔ کیا یہ وہ حرکت نہیں۔ جو اہل مکہ نے آغاز اسلام میں مسلمانوں کے خلاف کی تھی؟

ان کی اطاعت الٰہی کی حقیقت

(دوم) خدا ہی حقیقتاً واجب الاطاعۃ اور مستحق عبادت ہے۔ اسی کے احکام جاری ہوں جس کے سب محتاج ہیں۔

جواب:۔ یہ اصول اگرچہ بڑا زبردست معلوم ہوتا ہے۔ مگر عملی حالت میں آپ اس کے خلاف ایک معمولی چوہدری محلہ کے احکام بھی مانتے ہیں۔ اور اگر یہ حکمت ہے کہ خدا نے ہی ان کے احکام ماننے کو کہا ہے۔ تو اطاعت رسول صلعم بھی کسی جاہل کی اطاعت سے کم نہ ہوگی۔

ان کی شرک کی بات

(سوم) یہ ماننا شرک ہے کہ خدا نے اپنے احکام میں کسی ۔۔۔۔ کو شریک کار بنا رکھا ہے۔ (لا یشرک فی حکمہ احدا)۔

جواب:۔ لفظ حکم اور حکومت انتظامی معاملات پر حاوی ہے۔ عبادتی اوامر و نواہی سے مخصوص نہیں اس لئے آیت پیش کردہ کا صحیح مفہوم یوں ہوگا کہ خدا تعالیٰ اپنی تدبیر و قضا و قدر میں کسی کو شریک

نہیں سمجھتا۔ مگر پھر کمترین کا مطلب حاصل نہ ہوگا۔

لو آپ اپنے دام میں صیّاد آ گیا

چہارم:۔ رسولؐ کی ذاتی شخصیت کو ملحوظ رکھتے ہوئے ان کی اطاعت اطاعتِ الٰہی سمجھنا کفر ہے۔ اور رسولؐ کا اسوۂ حسنہ مصدقہ بالقرآن واجب الاطاعت ہے اور اس کی عقلی و انتظامی اطاعت عند الضرورۃ واجب ہوتی ہے۔

جواب:۔ اس عقیدہ نے لایشرک فی الحکمہ احدا کے مستثنیات کی فہرست پیش کر دی ہے۔ اور رسولؐ کو بلحاظ انتظام اور اسوہ کے شریک فی الحکم بنا دیا ہے۔

قرآن اپنی تفسیر آپ کرتا ہے کس کا قول ہے؟

پنجم:۔ قرآن مجید اپنے اندر ایک ایسا دستور العمل رکھتا ہے کہ جس سے سرفرازی حاصل ہو سکتی ہے۔ اور وہ دنیا و آخرت میں مالا مال کر دیتا ہے اور وہ اپنی تفسیر آپ ہے۔

جواب:۔ دستور العمل کی تشریح نہیں کہ آیا وہ ان فروعات پر بھی حاوی ہے جو موجب ہدایت ہیں یا اس میں وہ تخیلات بھی جمائے جا سکتے ہیں۔ کہ جن سے عہد حاضرہ کے کرشنوں نے اپنی نبوت حاصل کی ہے اور فقہ طرازی میں یہاں تک جوہر دکھائے ہیں۔ کہ کفر و اسلام کو ایک پلیٹ فارم پر کھڑا کر دیا ہے۔ اور تناسخ کا اعتراف کرتے ہوئے امور آخرت کا صفایا کر دیا ہے۔ یہ کس کا قول ہے۔ کہ قرآن اپنی تفسیر آپ کرتا ہے؟ اگر کسی انسان کا قول ہے۔ تو اسے کیوں تسلیم کیا جاتا ہے؟ ہمارے نزدیک یہ قول اگرچہ بعض

جگہ قابل عمل ہوتا ہے۔ مگر قرآن فہمی کے لیئے اس کے علاوہ زبا ندانی اور محاورات شناسی کی بھی ضرورت ہے۔ ورنہ یہ اصول انسان کو ایسی تحقیقات کی طرف لے جائے گا۔ کہ فیج، جر سے نکلا ہے۔ زنجبیل زنا اور جبیل سے مرکب ہے۔

ششم فرقہ بندی اور مذہبی نام فتنۂ عظیم

کیا مذہبی نام فتنۂ عظیم ہے؟

ہے۔ ھو السماء کم المسلمین کا ارشاد ہے۔ اس لیئے ہم مسلمان کا عنوان اپنے لیئے پسند کرتے ہیں۔

جواب:۔ کیا تمام اہل اسلام کو اس سے انکار ہے۔ آپ نے آنکھ بند کر کے یہ کیسے خصوصیت پیدا کر لی ہے۔ کیا یہ مطلب ہے کہ اس امت کے سوا تمام غیر مسلم ہیں۔ تو پھر کرشن ایرانی و قادیانی پر کیا افسوس ہے۔ کہ وہ وولوں اور ان کے تابعدار غیر بہائی و قادیانی کو مسلم نہیں جانتے۔ جناب ایسی خود غرضیوں نے ہی مدعیان تقدس کو تباہی کا شکار کیا ہوا ہے۔ کبھی اہل اللہ بنتا ہے۔ کوئی آخرین میں داخل ہو سکتا ہے اور نایاب رحمتہ میں داخل ہوتا ہے۔ مگر ان نام نہاد عنوانوں سے کچھ نہیں بنتا۔ اور نہ ہی ایسے نام اپنے اندر کچھ اصلیت رکھتے ہیں۔ اور ہمارے خیال میں امت مسلمہ کا امتیازی نام "امتہ کمترینہ" زیادہ موزوں ہے۔ تاکہ پبلک کو معلوم ہو جائے۔ کہ یہ امت صرف ان تفہیمات کی پیرو ہے۔ جو بیان للناس میں کمترین نے شائع کیئے ہیں۔ اور حنفی شافعی وغیرہ کا بھی مطلب ہے کہ ایک جماعت ان خیالات کو صحیح تر سمجھتی ہے۔ جو امام اعظمؒ یا امام شافعیؒ نے ہم پہنچائے ہیں۔ اس لیئے یہ کہنا غلط ہوگا کہ یہ مذہبی نام فتنہ عظیم ہے۔ اور امت مسلمہ کا خطاب

مخصوص طور پر امتیازی نام بنانا فتنہ عظیم نہیں۔ بلکہ واقعات شاہد ہیں کہ اس نام کے تحت میں کئی دفعہ فتنہ برپا ہوا۔ اور برپا ہوگا۔

قرآن اور حدیث فہمی میں عقل کا معیار؟

ہفتم:- صرف احسن اور اعلیٰ حدیث قابل تسلیم ہے اور وہ حدیث مردود ہے۔ جو عقل کے خلاف ہو یا جس سے قرآن، رسولؐ اور خدا پر کوئی الزام قائم ہو۔

جواب:- اگر اس نمبر میں ایک اور اضافہ ایزاد کر دیتے کہ عقل سے مراد منکرین فرقہ کی عقل ہے۔ اور قرآن سے مراد وہ مفہوم ہے۔ جو بیان للناس میں پیش کیا گیا ہے اور الزام سے مراد بھی وہ نکتہ چینی ہے۔ کہ جس کو یہ فرقہ عیب قرار دیتا ہے۔ تو اہل اسلام پر بڑا احسان ہوتا اور لوگ گندم نمائی کے جال میں پھنس کر جو فروشی کے خسارہ سے بچ جاتے کیونکہ یہ فرقہ باقی تمام مسلمانوں کو حدیث فہمی میں بے وقوف اور اسلام دشمن سمجھتا ہے۔ جیسا کہ ظاہر ہے۔

جمع قرآن و حدیث پر بحث

ہشتم:- حدیث قرآن پر حاکم اور قاضی نہیں۔ کیونکہ عہد رسالت میں قرآن جمع کرنے کا حکم تو تھا۔ مگر احادیث جمع کرنا تو کجا۔ بلکہ ممانعت کی جاتی تھی۔ اس کی بنیاد دوسری صدی میں پڑی ہے تو اگر اسے وحی غیر متلو کا درجہ حاصل ہوتا تو عہد خلافت راشدہ تک بھی ایسے کتابی صورت میں کیوں جمع نہ کیا گیا تھا۔

جواب:- یہ وہم دلانا غلط ہے کہ حدیث ناسخ قرآن ہے۔ اور یہ

کوئی مسلم بھی ماننے کو تیار نہیں کہ نبی اللہ کے حکم کے برخلاف حکم دیتا ہے
یہ آپ لوگوں کی خوش فہمی ہے کہ اہل سنت کے عمل بالحدیث سے حدیث
کی حکومت قرآن پر مان لی گئی ہے۔ اور خواہ مخواہ افترا پردازی سے
کام لیا گیا ہے۔ کیونکہ عمل بالحدیث اور نسخ بالحدیث الگ الگ دو مفہوم
ہیں۔ اور تاریخ شاہد ہے کہ ابتدائے اسلام میں تدوین علوم کا سلسلہ
نہ تھا۔ خود ان کے اشعار بھی مدوّن نہ تھے۔ زیادہ سے زیادہ قراطیس
استعمال کرتے تھے۔ قرآن کریم بھی عہد خلافت میں ہی کتابی صورت میں
جمع کیا گیا تھا۔ اور یہ بھی بڑی مشکل سے سرانجام پایا تھا۔ اسی طرح
عہد رسالت کے فیصلہ جات اخبار بالغیب اور حکم و مصالح یا تزکیہ
نفس کے متعلق حضور علیہ السلام کے ارشادات اور تعلیمات عبادات
چونکہ عملی نمونہ قائم رکھنے اور زبانی تعلیم دینے سے رات دن کا طرز
عمل و علم بن چکے ہیں۔ اس لئے کتابی صورت میں لانے کی طرف
توجہ معطوف نہ کی گئی۔ مگر جب خیر القرون کا پہلا حصہ دنیا سے رخصت
ہوا۔ اور عہد رسالت کے چشم دید واقعات دیکھنے والے نہ رہے
تو روایات کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ اور اختلاف رونما ہونے سے
ائمہ ہدیٰ کو خیال پیدا ہوا۔ کہ اپنی اپنی سعی و کوشش سے اسلام کے
اس حصہ کو بھی قلمبند کریں۔ رتب قراطیس اور زبانی روایات کو جمع
کیا گیا۔ اور علم حدیث ایک مستقل معرکہ آرا علم بن گیا۔ غرضکہ مصلحت
وقت نے تدوین قرآن و حدیث پر ان کو مجبور کیا تھا۔ ورنہ وہ تو یہ
سمجھے ہوئے تھے۔ کہ یہ سلسلہ یوں ہی زبانی قائم رہے گا۔ جس طرح کہ
ان کے علوم و فنون اور اشعار جاہلیت کا ذخیرہ ان کے سینوں میں جمع تھا

لیکن چونکہ اسلام کا تعلق تمام دنیا سے تھا۔ اس لئے عجم کا داخلہ بھی تدوین اصول کلام اور تدوین حدیث کا سبب بنا۔ اور زیادہ عجمیوں نے ہی اپنی سہولت کے لئے اس امر میں قدم بڑھایا۔ عہد رسالت کی مثال یوں سمجھو کہ جو لوگ نماز کے پابند ہیں اور اولاد کی تربیت بھی اچھی طرح کرنا چاہتے ہیں۔ ان کے بچے بچپن ہی میں نماز روزہ والدہ کی گود میں سیکھ جاتے ہیں۔ اور قرآن شریف پر ان کی لب کشائی ہوتی ہے۔ مگر جن میں صرف شنیدنی اسلام ہے۔ ان کا بچہ اگر نماز روزہ سیکھنا چاہتا ہے۔ تو اس کو ایک مستقل علم سیکھنے کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ اسی طرح اگر اسلام صرف جزیرہ عرب میں رہتا۔ تو ان کو نہ تدوین قرآن کی ضرورت تھی۔ اور نہ تدوین حدیث کی۔ مگر جب عاقبت اندیش مومنین نے یہ سوچا کہ یہ مذہب عجم کے لئے بھی ہے۔ تو ان کی تعلیم و تربیت کے لئے تدوین حدیث و علوم توابع کی ضرورت محسوس ہوئی۔ اس لئے آج یوں کہنا۔ کہ قرآنی تعلیم کے لئے زبان دانی کی بھی ضرورت نہیں۔ اس بات کا ثبوت ہے کہ ایسے آدمی کو اسلام کی ضرورت نہیں۔ آپ کے سامنے متعدد گرشتوں کے حالات موجود ہیں۔ آپ خود اندازہ لگا سکتے ہیں کہ تعلیمی کمزوری کی وجہ سے انہوں نے کس کس طرح قرآن میں تحریف کی ہے اور کیسے کیسے خیالات گھڑے ہیں۔ کہ خود لفظ قرآنی بھی ان کے متحمل نہیں ہو سکتے۔ باقی رہا احادیث کو وحی غیر متلو کا درجہ دینا۔ سو اس کے متعلق یوں گذارش ہے۔ کہ جب جناب کے تفسیری مضامین کو تفہیمات الٰہیہ کا درجہ دیا جاتا ہے۔ جو تعریباً

الہام کے مساوی ہے۔ تو اگر مسلمانوں نے مقالات نبویہ کو "ماینطق عن الھویٰ" کے ماتحت الہام یا وحی کہہ دیا۔ تو آپ کو کیوں ناگوار گذرتا ہے

منکران حدیث میں نمازوں کی تعداد

نهم:۔ بیس آیات میں نماز کا حکم ہے۔ کہ دو دو پڑھا کرو۔ کسی جگہ تیسری نماز کا بھی بطور نفل حکم دیا گیا ہے۔ شاہ عبدالقادر دہلوی بھی قِہیٔ تَمدُّلی عَلَیہِ کے حاشیہ پر دو ہی نمازیں صبح و شام کے وقت لکھتے ہیں۔ اور چند احادیث سے بھی دو نمازوں کا حکم ثابت ہوتا ہے۔ ایک حدیث نے صرف ایک نماز ہی بتائی ہے اس لئے ہم کہتے ہیں کہ پانچ نماز کا پابند بہت مبارک ہے* مگر یہ ضروری ہے کہ کم از کم دو نمازیں تو پڑھنی چاہئیں۔

جواب:۔ احادیث کی روشنی میں اگر قرآن کی تشریح کرتے۔ تو پانچ نمازوں کی فرضیت ظاہر ہو جاتی اور خواہ مخواہ عبادات سے روگردانی کا سبق دینے پر مجبور نہ ہوتے۔ مانا کہ آغاز اسلام میں پانچ نمازیں نہ ہوں۔ مگر اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ تکمیل اسلام کے وقت بھی پانچ کی فرضیت قائم نہ ہوئی تھی۔ معلوم ہوتا ہے کہ آپ کے ہاں نماز بھی صرف زبانی دو چار دعائیہ لفظ پڑھنے کا نام ہے۔ جیسا کہ بعض روایات سے ثابت ہوا ہے کہ اس امت کا بہترین فرد حقہ پیتے ہوئے کرسی پر بیٹھ کر نماز پڑھ رہا تھا۔ اگر یہ واقعہ آج صحیح نہیں تو بہت جلد اس امت کے معروف العمل افراد عملی نمونہ قائم کر دیں گے کیونکہ یہ تعلیم

---

* سات والا اس سے بھی زیادہ مبارک ہے۔

بھی ایسی ہے۔ کہ جس سے ایک طرف سکھ جیپ جی پڑھتا ہوا نظر آئے۔
اور دوسری طرف ایک کمتر ین دو چار تعریفی لفظوں میں نماز ادا کر
لے گا۔ بابی مذہب نے بھی نمازوں کے متعلق کچھ ایسا ہی حکم دیا ہے۔
جس کا ثبوت اقتباس "ایقان" میں ملتا ہے بہر حال ہمارے خیال میں آج کل
نبی کی ڈیوٹی یہ تسلیم کی گئی ہے کہ مسلمانوں کو احکام جدید کی دعوت
دے کر قدیم اسلام کی پابندیوں سے آزاد کرے۔ اور یہ صفت
"کمتر ین" میں پائی جاتی ہے۔ اسی لئے امت کا فرض ہے کہ اپنے مرشد کو
نبی حنفی کا خطاب دے کر ان کرشنوں کی صف میں کھڑا کر دے۔ جن کی تفصیل
اوپر ہو چکی ہے۔ تاکہ چالیس دجالوں کی فہرست مکمل ہو جائے۔ اور احادیث
نبویہ سے دو نمازوں کا ثبوت دینے میں جناب نے اسی ایک
بیوقوف کا طریق ..... اختیار کیا ہے۔ کہ جس نے آٹھ کی نماز پڑھنے
کا حکم دیا تھا کہ ایک جمعہ کی نماز دوسرے جمعہ تک کفارہ ہوتی ہے۔
کاٹھ کی نماز پڑھنے والے نے کہا۔ نماز جنازہ پڑھی جائے تو دوزخ
سے نجات ہو جاتی ہے۔ اخیر میں تین سو ساٹھ کی نماز کا پابند کہنے
لگا۔ کہ حضرت عیدین کی نماز موجب نجات ہے۔ جیسا کہ روایات
سے ثابت ہے۔ ایک حضرت بالکل ہی ملنگ تھے۔ انہوں نے ارشاد
فرمایا کہ من اسلم وجہہ اللہ قرآن کا حکم ہے۔ خدا کے سامنے
سر خم تسلیم کرو۔ اور حدیث میں ہے کہ من قال لا الہ الا اللہ دخل
الجنۃ جو خدا کی وحدانیت کا اقرار کرے وہ داخل جنت ہو گا۔ اس
لئے سرے سے اقرار باللسان کی ہی ضرورت نہیں تو نماز اور دیگر
عبادات کی کیا ضرورت ہے۔ دیکھا۔ اہل قرآن نے اخیر میں کیسا عمدہ

فیصلہ کیا ہے۔ امید ہے کہ اُمّتِ کمترینہ بھی اس کی اشاعت میں تو نچوں پر تاؤ دے کے دو ہاتھ دکھائے گی۔ جناب قرآن فہمی چیزے دیگر ست اور نکتہ آرائی اُمرے دیگر است۔ اس لئے آپ کا وجود اشد فتنہ عظیم ہے۔ اور آپ جو عوام کو اس راستہ پر لے جانا چاہتے ہیں۔ جس میں قرآن یوں پڑھا جاتا ہے کہ کلوا واشربوا کھاؤ پیو ولاتسرفوا اور صرف کرو سے

کیں راہ کہ تو میروی بترکستان است

اطاعتِ رسولؐ میں منکروں کا تذبذب

دعوٰی:- اصل مطاع و واجب الاطاعت صرف خدا ہی ہے۔ جس کی اطاعت خود نبی پر بھی عائد ہے

جواب:- اگر اس سے جناب کا یہ مطلب ہے کہ اہلِ سنت اپنے نبی کو خدا سمجھتے ہیں۔ تو یہ بالکل افترا ہے اور اگر یہ مطلب ہے کہ رسولؐ خدا کا حکم حسب تفہیم الٰہی واجب الاطاعت نہیں تو جناب کا خیال غلط ہے کیونکہ ماتحت ملازم کے لئے اپنے افسر کا حکم واجب الاطاعۃ اور غیر مسئول عنہ ہوتا ہے۔ کیونکہ جب آپ کی اُمّت کو جناب پر سوال کرنے کا حق نہیں ہے ورنہ جنون بدل جاتے ہیں تو اُمّتِ محمدیہ کی کیا شامت آئی ہے کہ رسول کا حکم زیرِ بحث لا کر اپنی تحقیقات کے درپے ہو۔ آج تک قرونِ ثلٰثہ سے لے کر کوئی ایک موقعہ بھی نہیں ہے جس میں کسی مسلم نے حضور کے سامنے تنقیح و تنقید شروع کی ہو۔ ہاں! منافق بحث و تمحیص میں پڑ جاتے تھے۔ مگر وہ مسلمان نہ تھے۔ ہاں! حاکم ماتحت اور حاکم بالا کا باہمی معاملہ اور ہے۔ حاکم بالا خود اپنے ماتحت پر سوال کرے یا نہ کرے ہمیں اس میں دخل دینا خلافِ ادب ہے۔

یازدہم: قبلہ مقصود حقیقی نہیں اینما تولوا فثم

منکرین کے نزدیک رو بقبلہ ہو کر نماز پڑھنا ضروری نہیں!

وجہ اللہ لیس البران تولوا وجوھکم قبل المشرق والمغرب۔

جواب:- بہتر تھا کہ سرے سے یوں ہی کہہ دیتے کہ لیس البر سے ثابت ہوتا ہے کہ قبلہ رو کھڑے ہو کر نماز پڑھنا جائز ہی نہیں۔ کیونکہ جو امر بِر نہیں وہ ضرور شر میں داخل ہوگا۔ تاکہ جو نتائج اس جماعت کو دوسرے سٹیج میں پیدا ہونے والے ہیں۔ ابھی ان کا ایک نمونہ پیش کیا جاتا۔ ذرا اور ترقی کرکے امام تحقیق کے زیر ہدایت نماز میں ہر طرف جھکنے کا حکم دینا مناسب تھا۔ مگر معلوم نہیں کہ جناب کو انتظار کس کا ہے ورنہ جب تحویل قبلہ کا واقعہ ثابت ہو۔ اور آج تک غیر کعبہ کی طرف ادنیٰ فریضہ صلوٰۃ میں رخ بھی نہ کیا ہو اور قرآن شریف میں بھی شطر المسجد الحرام کی طرف رخ کرنے کا حکم ہو۔ تو جناب کا یوں کہنا کہ رو بقبلہ ہونا نمازی کے لئے ضروری نہیں تو اس کا مطلب یوں ہوا کہ انسان گھر بیٹھے حقہ بدہن اور چوب بدست رو بصحن خانہ دو چار کلمات کہہ دے تو ادائے فریضہ سے سبکدوش ہو سکتا ہے۔

تعیین قبلہ کی مخالفت

دوازدہم:- ہم سورج کو قبلہ معین نہیں کرتے۔

جواب:- ہاں! ہمیں معلوم ہے کہ تعیین قبلہ آپ کے ہاں قرآن کے خلاف ہے۔ تو سورج کو قبلہ کیسے بنایا جا سکتا ہے؟ مگر جن کو یہ وہم پیدا ہوا!

ہے کہ امت کمترین سورج پرست ہے کیا ان کو اس امر سے تو مغالطہ نہیں لگا کہ آپ کے رسالہ بلاغ میں یہ مسئلہ شائع ہو چکا ہے کیونکہ جس طرح تفسیر میں شائع کرنا مذہبی رنگ ظاہر کرتا ہے۔ اسی طرح رسالہ میں بھی کہا جا سکتا ہے کہ "مخفی نبی" کا حکم یہی ہے۔

منکرین کے ساختہ دین میں کیسے کیسے مسائل پیدا ہونے کی توقع ہے؟

سیزدھم

جو دین مولویوں نے بنایا۔ ہم اس کے دشمن ہیں۔ اس لئے بقول شخصے ہم دہریہ مشہور ہو گئے ہیں۔ مگر یہ فیصلہ خدا کے سپرد ہے۔

جواب:۔ اگر دہریہ کا مفہوم یہ ہو کہ خدا کی ہستی سے انکار کیا جائے۔ تو آپ بے شک دہریہ نہیں ہیں۔ اور اگر یہ مفہوم لیا جائے کہ دہریہ صفت ہو کر آج نیا مذہب دنیا کے سامنے پیش کر رہے ہیں۔ تو جناب کو اس سے انکار نہیں کرنا چاہیئے۔ کیونکہ آپ نے فلسفہ جدید اور خیالات مغربیہ کی روشنی میں جو دہریت کا مادہ ملی وملجا ہے۔ تفسیر لکھی ہے اور جو اسلامی لٹریچر واقعات اسلامیہ احادیث نبویہ اور اقوال سلف یا تحقیقات کی روشنی میں بہم پہنچا ہے اسے مولویوں کا بنا ہوا دین قرار دیا ہے۔ اور دبی زبان سے کرشن قادیانی کی طرح یہ ظاہر کر دیا ہے کہ عہد رسالت کے ختم ہوتے ہی علمائے امت نے یہ اسلام گھڑنا شروع کر دیا تھا۔ اور ان پر پردے ڈالنے شروع کر دیئے۔ اور یہودیوں کی طرح وحی الہٰی کو ستر ہزار پردوں میں ڈھانپ دیا ہے۔ اس لئے نہ وہ صرف کافر ہی ہیں۔ بلکہ اشد ترین دشمنان اسلام ہیں۔ خداوند تعالیٰ کو ایک ہزار تین سو برس بعد رحم آیا۔ تو نبی مخفی امرت سر

ہیں بھیج کر ستر ہزار پردے اڑا دیئے ۔ اور تفہیمات الہامیہ کے ذریعہ اسلام کی بنیاد پڑی ۔ جس کے ماننے والے ابھی چند آدمی آٹے میں نمک پیدا ہوئے ہیں ۔ خدا کی ساری دنیا تباہ ہو جائے لا تذر علی الارض من الکٰفرین دیارا ۔ اور ہم دنیا میں یوں زندگی بسر کریں کہ

(الف) نہ تو کسی مسجد کا نشان نظر آئے ۔ کیونکہ اس میں سمت پرستی کا وہم پڑتا ہے بلکہ اس کے بجائے ایک پارہ دری یا کھلا میدان ہو ۔ جس میں انسان ہر طرف سجدہ کر سکے ۔ امام حقیقی کی ہدایت پر عمل کرنا ہو ۔ تو ہر طرف ایک سجدہ ہونا چاہیئے ۔

(ب) نہ تعداد صلوٰۃ مقرر ہو ۔ بلکہ ایک رکعت جس میں رکوع و سجود ہو ادا کی جائے ۔ یا کم از کم دو ادا ۔ وہ بھی ضروری نہیں ۔ کہ روزانہ ادائیگی سے وبال جان بنے بلکہ فاذا فرغت فانصب فراغت کے بعد جب کبھی بھی فرصت ہو ۔ نماز ادا کی جائے ۔ اور اس میں کوئی خاص دعا مقرر نہیں ۔ تسبیح و تہلیل کی آیات کو دہرا کر فرشتہ صفت نماز پیدا کی جائے اور یہ بھی ضروری نہیں ۔ کہ یہ فریضہ نماز شخصی ہو کر ہر ایک کو ادا کرنا پڑے ۔ کیونکہ ممکن ہے کہ حج اور جہاد کی طرح فرض کفایہ اور قومی ڈیوٹی ہو ۔ جو برگزیدہ اشخاص کی ادائیگی سے ساری امت کے لئے کفایہ کرے اور یہ بھی ضروری نہیں کہ نماز میں عربی لفظ ہوں ۔ بلکہ "رام رام" اور "اللہ اللہ" کہنا کافی ہوگا ۔ جیسے ٹی ہوئی پونزل ہو ۔ تو ٹوٹا ہوا پیمانہ ۔

(ج) جمعہ کا قیام بھی صرف ایک ماہ میں ایک دفعہ ہو ۔ کیونکہ پرانی تحریروں سے بھی ثابت ہوتا ہے ۔ کہ یہ رسم ایک بار ہی منائی جاتی تھی ۔

بلکہ اگر پارہ ذرا اور اوپر ہو جائے۔ تو یوں حکم دیا جائے کہ بوقت ندا لوگ دوڑ کر ذکر اللہ کی طرف آئیں۔ اور نماز پڑھیں۔ بلکہ نماز کا وقت نکل کر نماز قضا ہو جائے (قضیت الصلوٰۃ) تو وہاں سے چلے جائیں۔ زیادہ تشریح یوں کی جائے کہ یہ ماہواری جلسہ ہوگا جس میں امت بہتر بنیاد اپنی بہبودی کے وسائل سوچ سکے گی۔ کیونکہ اسلام قدیم میں حج کا اجتماع اور باجماعت پانچ وقت نماز کا اجتماع صرف باہمی تبادلہ خیالات اور تعارف اسلامی کے لئے تھا جس کو آج اصلی طور پر ادا نہیں کیا جاتا۔ اس لئے آج اس کی ضرورت نہیں مگر جب کوئی صحیح خیال سے ایسا کرے۔ تو اسے اجازت بھی ہے۔

د :- نماز کے لئے وضو کی ضرورت نہیں۔ صرف صفائی مراد ہے اور چونکہ پہلے زمانہ میں خصوصاً عرب روزانہ غسل نہ کرتے تھے۔ اس لئے نماز باجماعت کے لئے ان کے ہاتھ پاؤں صاف کرنے کو کہا گیا تھا۔ ورنہ اگر یہ زمانہ ہوتا تو صبح کا غسل ہی کافی تھا۔

ھ :- قربانی ضروری نہیں ختنہ بھی پرانی رسم ہے۔ ورنہ قرآن حکم نہیں دیتا۔ غرضیکہ امام حقیقی نے یا ہمارے اللہ نے جو احکام جاری کئے ہیں۔ ان کی روشنی میں یوں کہا جا سکتا ہے کہ اسلام عبادات سے وابستہ نہیں۔ سیاست، تمدن اور باہمی الفت و اتحاد کا نام اسلام ہے۔

و :- غالباً ہم نے آپ کے دلی خیالات کا صحیح فوٹو کھینچ دیا ہے۔ اور اگر کچھ غلطی معلوم ہو۔ تو ترمیم کے لئے ہدایت نامہ بھیج دیں۔ مگر ہمارا مشورہ یہ ہے کہ حتیٰ یاتیک الیقین کو ملحوظ رکھ کر تمام عبادات کا خاتمہ کر دینا چاہیئے۔ کیونکہ اس وقت بڑے بڑے فلاسفر بھی خدا کی ہستی کے قائل ہو چکے ہیں۔

ز :- پانچ وقتی نمازیوں سے کہہ دیا جائے۔ کہ قرآن میں صرف پانچ نماز وں

کے اشارات موجود ہیں۔ جن سے تم نے روزانہ حاضری سمجھ رکھی ہے۔ مگر قرآن میں یہ کہیں نہیں لکھا کہ تم ہر روز ہی نماز پڑھا کرو اور ہر ایک پڑھے۔ بلکہ یہ دوام مولویوں نے اپنی شکم پروری کے لئے گھڑ لئے ہیں۔ رہا۔ الغرض اگر مان بھی لیا جائے۔ کہ روزانہ حاضری ہر ایک کی ضروری ہے۔ تو پھر یہ نہیں بتایا گیا کہ اس روزانہ سے مراد ہفتہ میں سے کس دن حاضری ہوگی صرف یوم جمعہ کی حاضری لکھی ہے۔ مگر ادائیگی نماز کا وہاں بھی حکم نہیں۔ بلکہ یوں کہا جائے کہ نماز قضا ہو جائے۔ تو نکل جاؤ۔ دو نمازیوں سے بھی گذارش کی جائے طلوع و غروب شمس گو مذکور ہے مگر یہ مذکور نہیں کہ ہر روز یا فلاں روز نماز کی حاضری ہوگی۔ کیونکہ یوں آیت نہیں اتری کہ طلعت و کلما غربت الشمس ایچ پیچ چھوڑ کر ہماری تفہیمات الٰہیہ پر ایمان لاؤ۔ یہ حصہ صرف کمترین کو دیا گیا ہے۔ ذالک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء مگر دیکھنا چاہیئے کہ یہودی اور عیسائی کس طرح عبادت کرتے ہیں اور ہندو کس طرح بھجن گاتے ہیں پس اسی ٹھاٹھ باٹھ کے ساتھ، باجے گاجے کے ساتھ خدا کے بھجن گائے جائیں۔ کیونکہ حکم خدا ہوا ہے کہ فبھدٰھم اقتدہ انبیاء کے سابقین کی پیروی کرو۔ اور اگر تجدید دین میں کمی رہ گئی ہو۔ تو امام حقیقی اور مسیح ایران کی تعلیم پیش نظر رکھ کر مکمل کی جائے۔ خلاصہ یہ ہے کہ اس عقیدہ کے ضمن میں مرزا صاحب کا راگ الاپا ہے۔ کہ عہد رسالت و خلافت کے بعد تین سو سال سے ہزار سال تک فیہ اعوج اور گمراہی رہی ہے اور چودھویں صدی میں محمد ثانی مسیح قادیانی نے اپنے کرشنی ظہور سے اسلام کی دعوت شروع کر دی ہے۔ پس اتنی مدت میں جو تو اس کے تابعدار مسلمان ہیں۔ اور یا ہزار سال سے پہلے تین سو سال میں باقی ہزار سال ہی سب کفر

ہی کفر تھا۔ اور اب بھی جو ہمارے منکر ہیں۔ وہ بھی کافر ہیں۔ مرزائیوں نے تو اس کی تصریح کر دی ہے۔ امت کمترینیہ بھی اس کی تصریح کر دے۔ تا کہ آئندہ کے لئے میدان صاف ہو جائے۔ اور مسلمان یوں کہہ سکیں کہ اگر ہمارا اسلام مولویوں کی ساخت پر ہے تو امت کمترینیہ کا اسلام بھی کمترین کا ساختہ پرداختہ ہے کیونکہ اسلام کی مسلسل تعلیم اس کی تائید سے خاموش ہے اور اس طرح مذہب طرازی کی متعدد دکانیں نکل چکی ہیں۔ جن میں قرآن کو ہی تحریف کر کے کئی لوگ نبی بن چکے ہیں۔ کئی امام اور کرشن۔ نبی خفی بھی اگر دماغ سوزی سے اسلام کا نیا ڈھانچہ کھڑا کر دیا ہے۔ تو کوئی بات نہیں۔ کیونکہ ان سے بڑھ کر استاد پیدا ہو چکے ہیں۔ اور غالباً اسی امت کمترینیہ کا کوئی اور مجدد ایسا بھی پیدا ہوگا کہ جو مخفی نبی کی شریعت میں ترمیم کر دے گا۔[1] کیونکہ تاریخ واقعات کو دہراتی ہے۔ عبداللہ چکڑالوی نے اس مذہب کی بنیاد ڈالی تھی۔ اور اہل قرآن کہلاتا تھا۔ اور تفسیر لکھ کر نیا اسلام پیش کیا تھا۔ مگر اس کے ہم خیالوں نے اس کی تعلیم کو بحال رکھا۔ اور نہ ہی اس کے عنوان مذہبی کو قائم رہنے دیا۔ بلکہ کوئی امام حقیقی بنا کوئی اہل اللہ اور کوئی امت مسلمہ بن گئی ہے فرقہ شمسی الگ ہو گیا ہے۔ اور آئندہ اس کی بھی خیر نہیں۔ لوگ اس سے بڑھ کر مذہب تراش لیں گے۔

ہر فرقے کا دوسرے میں حیا سوز باتیں بتانا

جہالت ہم
کوئی تہذیب

ان مسائل کے کہنے اور سننے سے انکار نہیں کرتی کہ مذہبی وہ ہیں۔ معراج قبلہ ہے۔ حدیث کے ہم منکر ہیں۔ مگر اہل سنت کی کتابوں میں ایسی حیا سوز باتیں موجود ہیں کہ پیشانی پر بل ڈالے سوا کوئی شخص نہیں سن سکتا۔ جو ہمیں برا

[1] مولانا کی پیش گوئی پوری ہو چکی ہے کیونکہ پرویز نے کمترین کے مذہب میں ترمیم کر دی ہے (ادارہ)

جانتے ہیں۔ وہ ذرا حوالجات بھی مطالعہ کریں۔ بخاری تفسیر نساءٔ کم حدیث لکم باب الحیض۔ باب الغسل وغیرہ۔ ہدایہ ص ۲۹ قاضیخاں ص ۱۱۰ کنز ص ۲۵۰ درمختار ص ۲۸۴ ردالمحتار ص ۱۹۰

جواب:۔ اس نمبر میں معلوم ہو گیا کہ شمسی فرقہ بھی آپ کے نزدیک صراط مستقیم پر ہے اور جو کچھ پہلے لکھا جا چکا وہ خالی از رعب ہی تھا۔ مگر اہل سنت آپ کے خیال میں دین ساز مردود ہیں کہ انہوں نے نہ صرف اسلام کو ہی چھپایا ہے۔ حیا سوز باتیں بھی اس میں درج کر دی ہیں۔ یہ دشمنوں کا کام ہے اور جو حوالہ جات آپ نے پیش کئے ہیں۔ ان کے جوابات بارہا شائع ہو چکے ہیں۔ اس لئے ان پر یہاں بحث کرنا بے محل ہوگا۔ مگر تاہم اتنا ضرور کہہ دیتے ہیں کہ شیعوں نے عقوات المسلمین لکھ کر پیش کیا تھا۔ کہ زیر بحث مسائل کتب حدیث سے نکال دیئے جائیں اور اہل حدیث نے کئی ایک رسالوں میں فقہی مسائل پیش کر کے ہدایت کی تھی کہ یہ قابل اعتراض ہیں۔ اور شیعہ صاحبان نے بھی اس کی تائید کی تھی لیکن بہارستان رفض نے شیعوں کے گھنونے مسائل پیش کر کے کہا تھا کہ مسائل مذہب سے نکالے جائیں۔ ایک دفعہ دھرم پال نے بھی ترک اسلام لکھ کر پیش کیا تھا۔ کہ قرآن مجید نے خلاف توحید اور برعکس تحقیقات جدیدہ تعلیم دی ہے۔ اس لیئے اس میں بھی ترمیم ہونی چاہیئے۔ اور اہل قرآن نے بھی آج مختصر فہرست پیش کی ہے کہ مسائل پیش کردہ حیا سوز ہیں۔ اور اس سے پیشتر اہل سنت نے البلاغ اور بیان للناس سے متعدد مسائل پیش کئے تھے اور ظاہر کیا تھا۔ کہ یہ حیا سوز ہیں۔ بہر حال یہ کوئی نئی بات نہیں ہے۔ ہر ایک مذہب دوسرے پر نکتہ چینی کر رہا ہے اور کہتا ہے کہ اگر یہ مسائل نہ ہوتے۔ تو مخالفین اسلام کے اعتراضات

اعتراضات پیدا ہوتے مگر اہل سنت والجماعت نے ایسے اعتراضات کے جواب میں یہ ثابت کیا ہے کہ یہ اعتراضات لاعلمی اور جہالت اسلامیہ کی وجہ سے پیدا ہوئے ہیں۔ ورنہ معاملہ صاف تھا۔ مگر جدت پسند طبائع نے ان اعتراضات کو قبول کر لیا۔ اور معترض کے مشورہ سے ان مسائل سے انکار کر کے ایک جدید مذہبی نصاب شریعت تیار کر لیا ہے۔ جو غور کے بعد معلوم ہوتا ہے کہ ان کی یہ حرکت ان مسائل سے زیادہ حیاسوز واقع ہوئی ہے جو مذکورہ صدر مسائل سے پیش کرتے ہیں۔ کیونکہ مسلمانوں کو آج اتحاد کی سخت ضرورت ہے۔ مگر الٹی کھوپڑی والے وہ اتحاد اسی میں سمجھتے ہیں کہ آئے دن ایک نیا فرقہ اور نیا مذہب نکالا جائے۔ حالانکہ جس فرقہ بندی سے نفرت کرتے ہیں۔ اسی کو پیدا کر رہے ہیں۔ غالباً یہ سلسلہ یونہی جاری رہے گا۔ اور ہر ایک نو پیدا مذہب پہلے کی خبر لیتا رہے گا۔ اس لئے اُمتِ کمتر یکمیہ کو غرہ نہ ہونا چاہیئے۔ کہ ان کی تعلیم نکتہ چینی سے خالی رہے گی۔ یا اس امر کی تردید کرنے والے پیدا نہ ہوں گے۔

مذہبی ٹیموں کا فٹ بال میچ

تمثیلاً بیان کیا جاتا ہے۔ کہ آج کل کے مذہب طراز اور اہل سنت میں سے قدامت پسند فٹ بال کی دو ٹیمیں ہیں۔ اور مذہب فٹ بال ہے اہل سنت کی ٹیم اصحاب الیمین ہے۔ کیونکہ انہوں نے اسلام سیکھنے میں وہ تعلیم پائی ہے۔ جو دائیں ہاتھ سے داہنی طرف سے لکھی جاتی ہے۔ دوسری ٹیم اصحاب الشمال ہیں۔ کیونکہ انہوں نے پہلے وہ تعلیم حاصل کی ہے۔ جو بائیں طرف سے لکھی جاتی ہے۔ پھر تصانیف محققین یورپ کو

پیش نظر رکھ کر اسلام کا مطالعہ کیا ہے۔ اس لئے وہ چاہتے
ہیں کہ اسلام کو ان تمام مسائل سے پاک کر دینا چاہیئے۔ جن سے آج کل کا ذہن
متنفر ہے۔ یا جن کو آج کل کا فلسفہ تسلیم نہیں کرتا۔ بہر حال مذہبی فٹ بال اصحاب
الشمال میں رگیدا جا رہا ہے۔ اصحاب الیمین اسے اصحاب الشمال کی زد سے
بچانا چاہتے ہیں۔ مگر وہ زور پکڑ گئے ہیں۔ اور اسے گول کے قریب لے جا رہے
ہیں۔ ہر ایک کھلاڑی ایسی لگ لگاتا ہے کہ باوجود اصحاب الیمین کے روکنے
کے وہ گیند گول کے قریب ہو جاتا ہے۔ اور اصحاب الشمال اپنی اپنی ذاتی
قابلیت کے جوہر دکھا کر ایک دوسرے سے بڑھ کر نمبر لے رہے ہیں۔ مگر ابھی
تک ایک گول کرنے میں کامیاب نہیں ہوئے۔ میچ بڑا زبردست ہے
امت محمدیہ اور کرشنوں کا مقابلہ ہے۔ دیکھیئے نتیجہ کیا نکلتا ہے۔
اصحاب الشمال خود آپس میں لڑ لڑ کے فنا ہو جاتے ہیں۔ یا آپس میں اتحاد
پیدا کر کے اصحاب الیمین کے سر گول کرنے میں کامیاب ہوتے ہیں۔ لیکن واقعات
بتا رہے ہیں کہ یہ میچ نصف صدی سے جاری ہے۔ ایران کی ٹیم نے
شروع کیا تھا۔ قادیانی ٹیم نے ان کا ہاتھ بٹایا تھا۔ مگر پھر بھی کامیاب نہ
ہو سکے۔ آخر الامر مظاہر قدرت ثانیہ اور مجددین اہل قرآن نے
بھی اپنی ساری طاقت خرچ کر ڈالی۔ لیکن ابھی تک کامیابی نہیں
ہوئی۔ بہر حال اصحاب الیمین کو اپنی کامیابی پر کامل وثوق ہے۔ کیونکہ ایسے
برساتی مذہب ہزاروں دفعہ نکلے اور چار دن کے بعد خود بخود
مٹ گئے۔ ابھی کل کی بات ہے کہ چیت رامی فرقہ نکلا تھا۔ اور آج
اس کے پیرو نظر نہیں آتے۔ عبداللہ چکڑالوی نے ایک جماعت پیدا کی تھی۔
جو اسی سے وابستہ تھی۔ خود اس مسلک کے اتحادیوں نے اس کی تعلیم

کو غلط قرار دیا۔ قادیانی تعلیم میں بھی افتراق پیدا ہو چکا ہے اور اپنے پیر کی تحریرات کو بعض دفعہ صاف لفظوں میں کہہ دیتے ہیں کہ غلط ہیں چیچا وطنی نبی مر چکا ہے اور اپنا مذہب ساتھ لے گیا ہے۔ ازمنہ متوسط میں حسن بن صباح کے مذہب نے بڑا زور پکڑا تھا۔ مگر اڑھائی سو سال بعد اس کا نام و نشان نہ رہا۔ قادیانی مذہب کے متعلق کرشن کی پیشینگوئی ہے کہ خدا کہتا ہے کہ میرا نام ختم نہیں ہوگا اور تیرا نام ختم ہو جائیگا۔ اس لئے ان کا خاتمہ بھی ضروری ہے۔ ورنہ کرشن قادیانی اپنے دعاوی اور الہامات میں سچا ثابت نہ ہوگا۔ اور امت کمترین بھی یہ سمجھ رکھے کہ العلوم تتزاید یوما فیوما۔ اس لئے ممکن ہے کہ جن تحقیقات کی بنا پر بیان للناس لکھی جا رہی ہے چند سال بعد غلط ثابت ہوں۔ اور یہ مذہب بھی مٹ جائے۔

منکرین کا بہتان کہ علم رسول صلعم مکمل نہ تھا

پانزدہم:۔ ما اوتیتم من العلم الا قلیلا اور رب زدنی علما سے ثابت ہے کہ رسول صلعم کا علم قابل اضافہ ہے اور وہ علم الہی نہیں کہ جس میں اضافہ ہو سکے اور قرآن کے عجائب غیر محدود ہیں۔ تو اگر آپ نے سارے عجائبات بیان کر دیئے تھے تو ان کا پیش کرنا ضروری ہے۔ ورنہ یہ ماننا پڑے گا کہ آپ نے اپنے زمانہ کے متعلق جو کچھ فرمایا تھا۔ وہ کافی تھا۔ مگر مستقبل زمانہ میں جن تشریحات کی ضرورت محسوس ہوئی ہے ان کے متعلق آپ کا علم کافی نہ تھا یہی وجہ ہے کہ خود اہل سنت نے بھی اپنی تفاسیر میں نئے علوم بھر دیئے ہیں

جواب:۔ آپ بے شک ذوقیات و معارف بیان کیجئے۔ مگر آپ کو یہ حق

ہرگز حاصل نہیں کہ جو پہلے حقائق منکشف ہو چکے ہیں۔ اور ان کو پاؤں سے ٹھکرا کر رکھ دیں۔ پہلے معارف بیان کنندوں نے عمارت پر عمارت کھڑی کی ہے۔ پہلی عمارت گرا کر از سرِ نو قائم کرنا آج کل کے مجدد دینِ اسلام کا شیوہ ہو رہا ہے۔ اور جدت پسندی ایسی زور پکڑ گئی ہے کہ اپنے ہمعصر مجددین کی بنیاد بھی آنکھوں کا شہتیر بن جاتی ہے۔ علم نبی میں اضافہ خدا کی طرف سے تو ممکن ہے مگر یہ اضافہ ناممکن ہے۔ جو آپ جیسے کر رہے ہیں۔ جس میں مفہومات قرآنیہ قدیمہ کو باطل قرار دے کر نئے مفہوم قائم کئے جائیں یہ تو وہی شان ہے جو بہاء اللہ نے دکھائی ہے۔ یا امام حقیقی دکھا رہا ہے۔ اور کچھ کچھ مرزائے قادیانی نے بھی دکھائی تھی۔ مگر آپ کا ڈھنگ نرالا ہے آپ تو مار آستین ہو کر ڈنگ چلاتے ہیں۔ حدیث مانتے بھی ہیں۔ اس کی تردید پر کمربستہ بھی ہیں۔ حضور کی فضیلت کا اقرار بھی ہے۔ لیکن گھٹاتے گھٹاتے علمی استعداد میں اپنے آپ سے بھی کم ظاہر کر دیا ہے۔ دنیا شاہد ہے کہ آپ سے پہلے تیس روزے اور پانچ نمازیں بلا کم و کاست دستور العمل بن کر منقول ہیں۔ مگر جناب ہیں کہ اپنی رائے سے ارکان اسلام کو اتنی وقعت بھی نہیں دیتے کہ جتنی سکول میں پاجامہ کو ہے۔ یا کالج میں ہیٹ کو۔ اسی طرح ہمارے نبی کی ثابت شدہ تعلیمات کو دو گنبد کر دینے کی راہ الگ قائم کر لی ہے۔ پھر نزاکت یہ ہے کہ احکام شرعیہ کو وجوب سے اباحت تک یا اباحت سے حرمت تک پہنچا کر اور شریعت جدیدہ قائم کر کے بھی منکرین کا خطاب نہیں چھوڑا۔ اس کے برعکس بہتر تمام زندگی کا فوز۔ ہم نے تو آپ کو انبیاء کی صف میں کھڑا کر دیا ہے۔ کیونکہ ایسے حالات کا مالک رسول ہی ہوتا ہے۔ یا زندیق؟ غالباً آپ زندیق بننا پسند نہ کریں گے۔ اس لئے آپ اپنی نبوت کا اعلان کر دیں۔ مرزا نے بھی کہا تھا کہ میری استعداد علمی حضور

علیہ السلام سے بڑھ گئی ہے۔ اس لیئے اب میں نبی ہوں۔ آپ بھی کہہ دیں کہ میں بظاہر کمترین مولوی ہوں۔ مگر اندر سے نبی ہوں۔ کیونکہ خدا نے مجھے وہ باتیں سمجھائی ہیں۔ جو احکام شرعیہ کی تفصیل میں معاذ اللہ محمد عربی کو بھی نہیں سوجھی تھیں۔ لیکن مشکل یہ ہے کہ آپ کی شریعت امام حقیقی اور کرشن قادیانی اور مسیح ایرانی کی شریعت سے ذرہ مختلف ہے۔ بہتر ہوتا کہ آپ ان کی شریعت کو مطالعہ فرما کر ان سے اتفاق رائے کر لیتے۔ مگر چونکہ آپ کی ذہنیت سب سے برتر تھی۔ اس لیئے آپ کی غیرت نے گوارا نہ کیا کہ ان کا تتبع کریں۔ بہرحال کمترین بن کر جس طریق سے آپ نے علمی ذہنیت کا حملہ کیا ہے وہ ہم برداشت نہیں کر سکتے۔ ہم اس کے معاوضہ میں جس قدر بھی آپ کو برا کہیں۔ حق بجانب ہوں گے ۔ دل آزردہ را سخت باشد سخن۔ آپ کا سوال ہے کہ تشریحات نبویہ کہاں ہیں۔ اس کا جواب ہے کہ احکام قرآنی کا عملی نمونہ اور اس کی مکمل تشریح کتب احادیث میں موجود ہے۔ جن کو اگر کوئی وقعت شرعی نہ بھی دی جائے۔ تو کم از کم بائیبل کی حیثیت میں تاریخی طور پر معتبر ہو سکتی ہے۔ باقی رہے کہ سوالات جدیدہ کے جوابات اور تحقیقات فلسفیہ پر تنقید۔ سو یہ سب کچھ بعد کی چیزیں ہیں۔ جن کے سمجھنے میں بھی انوار نبوت کی روشنی میں ہی ہم سب کچھ کر سکتے ہیں۔ شاید آپ کو خیال ہوگا کہ مخالفین کی تردید میں آپ کو ید طولیٰ حاصل ہے۔ مگر آپ جہل مرکب سے نکل کر ذرا دنیا کی ہوا لیں۔ اسلام میں اب بھی ایسی زبردست ہستیاں موجود ہیں۔ جو آپ کے طرز تعلیم کو بازیچۂ اطفال سمجھ کر صدائے بیابان سمجھ رہی ہیں۔ ہائے تقدس! تیرا ستیاناس تو نے کمترین کو بھی نہ چھوڑا۔ وہ بھی چند حاشیہ نشینوں کی خوشامدی شقروں

کا شکار ہو گیا۔ ارے نخوت! تیرا خانہ تباہ۔ تو نے اس کے چھوٹے سے دماغ
پر تسلط جما لیا۔ اور اس پر آمادہ کر دیا کہ تعلیمات نبویہ کو قرآن کے خلاف ثابت
کر کے اپنی تعلیمات کو اس کے موافق کرتے ہیں ہمارے نبیؐ سے بڑھ جائے
تر دے خوب بود چہ شد کہ نفجوائے من یضلله - فلا ھادی له مصداق
علیٰ ابصارھم غشاوۃ پیدا شد و بحکم لا یسمع الصم الدعاء
گوش بر و الرسول یدعوکم لما یحییکم ندارد سه
تفو بر تو اے چرخ گردوں تفو   چنیں کس نفہمد انگوہش برو

معترضین صحیح بخاری کا کچا چٹھا

شانزدہم

صحیح بخاری نہ وحی
متلو ہے نہ غیر متلو۔ ورنہ کئی احادیث کو اس میں کیوں درج نہ کیا مسلم نے دیباچہ
میں لکھا ہے کہ جو شخص قرآن کے سوا کسی اور وحی کا قائل ہے وہ بدمذہب ہے
اور تنقید کرتے ہوئے لکھا کہ امام بخاری منتحل الحدیث مخطی خلاف مذہب علماء
ساقط الاعتبار اور فاسد القول تھے۔ تیسری صدی میں تصنیف ہوئی اور اس پر
تنقیدیں ہوتی رہیں۔ آخر چھٹی صدی کے اخیر ابن صلاح نے کہہ دیا کہ اصح الکتب
بعد کتاب اللہ صحیح البخاری حالانکہ یہ فقرہ دوسری کتب احادیث
کے متعلق بھی کہا گیا ہے۔ در حقیقت محدثین نے اقوال منسوبہ بطرف نبی
کو تسلیم کیا۔ مگر ان کو یہ معلوم نہ ہو سکا کہ فلاں قول واقعی رسولؐ کی طرف منسوب
ہونے کا حق رکھتا ہے۔ یا نہیں۔ صدیوں کی کہی ہوئی باتیں کیسے پرکھ سکتے
تھے۔ اگر امت مسلمہ کی قسمت یاور ہوتی۔ تو ان اقوال کو قرآن کے پیش
کرنے اور عقل سے جانچتے۔ مطابق کو لے لیتے اور مخالف کو چھوڑ دیتے
جواب:۔ یہ مانا کہ قسمت نے کم ترینؐ کے وجود سے یہ سعادت عظمیٰ

حاصل کی ہے۔ مگر سوال یہ ہے کہ آیا تیسری صدی یا چھٹی صدی میں آپ جیسی ہستی کا پایا جانا ممکن تھا؟ جب کہ تمدن یورپ کی بنیاد پڑی تھی اور نہ علوم و فنون جدیدہ نے اپنے عالمگیر اثرات سے دنیا کو مذہب سے روکش کیا تھا۔ اس لئے مجبوراً یہ کہنا پڑتا ہے۔ کہ یہ آپ ہی کا حصہ تھا۔ اور آپ کی ہی ہستی سے اسلام کی یہ سعادت وابستہ تھی۔ جناب بخاریؒ سے پہلے ارکان اسلام اور بنائے اسلام کی ادائیگی ویسی تھی۔ جیسی کہ بعد میں چلی آئی ہے۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ چھ سو سال تک اسلام بغیر بخاری کے جاری تھا اس لئے اس کے وجود سے اسلام میں کوئی کمی بیشی نہیں ہوئی تھی مگر چونکہ اس کتاب میں حضور علیہ السلام اور عہد رسالت کے اقوال اور حالات بیان ہوئے تھے۔ جو اس وقت کے علمائے اسلام کے نزدیک خلاف قرآن نہ تھے۔ کیونکہ ابھی بقول آنجناب قرآن شریف ستر ہزار پردوں میں پوشیدہ نہ تھا۔ اس لئے قرآن و حدیث کا تعلق اظہر من الشمس تھا۔ تو صحیح بخاری کو وہ وقعت پیدا ہوئی۔ جو دوسری کتابوں کو حاصل نہ ہو سکی۔ کیونکہ اس میں علاوہ احکام کے اخبار بالغیب اور سیرت نبوی بھی درج تھی۔ اور امام موصوف نے حتی المقدور وہ روایات درج کی تھیں۔ جو بلاشبہ قابل قبول تھیں۔ اور جو تنقیدات بعد میں کی گئی تھیں۔ وہ جزوی طور پر تھیں۔ جنہوں نے اس کی عام مقبولیت کو نقصان نہیں پہنچایا تھا۔ اور اغلاط کا ہونا ناممکن نہ تھا۔ وہ خدا نخواستہ تفسیر بیان للناس تھوڑی تھی کہ اس کا ایک ایک حرف تفہیم الٰہی سے ناقابل تنقید ہوتا۔ اور امام بخاری کو وہ درجہ حاصل نہ ہوا تھا۔ جو آپ کو عنایت ہوا ہے سبحان اللہ ذالک فضل اللہ یوتیہ من یشاء لیکن آنجناب اگر بنی نوع

انسان کے فرد ہیں۔ اور آپ سے بھی غلطی کا امکان ہو سکتا ہے تو یہ بات
بخوبی ذہن نشین کر لیں۔ کہ دو چیزیں آپس میں اسی وقت ملتی ہیں۔ کہ
ایک ہی خط مستقیم پر واقع ہوں۔ ورنہ ان میں تطابق محال ہو گا۔ عہد
تجدید یعنے چودہویں صدی کے مجددین اور انبیاء سے پہلے
قرآن و حدیث کو لوگ ایک ہی خط مستقیم پر (کہ وہ دونوں
مافوق البشریت ہیں۔) سمجھتے رہے۔ اور جن اقوال کو انہوں نے
موضوع پایا۔ ان کی کاٹ چھانٹ کر کے الگ کر دیا تھا۔ جو
کتب موضوعات میں اب تک درج ہیں۔ اور آج تک ان کے
باہمی تطابق پر کسی کو شبہ تک بھی نہیں پیدا ہوا۔ مگر بدقسمتی سے
اصحاب الشمال تعلیم یافتہ اصحاب نے تصانیف غیر مسلم کو
زیر مطالعہ کر کے اور ان کے اثرات اولیہ کو اپنے سادے اور
صاف دماغ پر جگہ دے کر بعد میں جب اسلامی لٹریچر کا
مطالعہ کیا۔ تو انہوں نے پہلے قرآن کو مذکور الصدر خط مستقیم
سے نیچے اتار کر سطح کروی کے ایک نقطہ پر رکھ دیا۔ جو چاروں طرف
جھکنے لگا۔ شمال کو جھکا۔ تو ایرانی مجددین نے اس کی کھال کا بال بال
نوچ ڈالا۔ مشرق کو مائل ہوا۔ تو تاتاری مغل نے لوٹ کر اپنے اندر
ڈال لیا۔ مغرب کو متوجہ ہوا۔ تو محققین یورپ نے اس کی ہستی کو
مٹا دیا کہ یہ قول بشر ہے اور صحف متقدمہ کا منتخب کورس ہے۔
سیدھا پنجاب کو رخ کیا۔ تو مظاہر قدرت ثانیہ اور امام
حنیفی اور مجدد امام الزمانوی نے اس کی خوب خاطر کی۔ امت
مسلمہ کے ہاتھ پڑا تو اس نے اس کا سارا مفہوم ہی بدل

ڈالا۔ اور صاف کہہ دیا کہ آج تک جتنے مذاہب ہیں سب قرآن تصحیف شدہ کے خلاف ہیں۔ اور شان رسالت کو ایک معمولی چٹھی رساں کی حیثیت میں لاکر کھڑا کر دیا۔ کبھی رسولؐ کو کاٹھ کی پتلی بنایا۔ کبھی خطا کار اور کبھی غلط گو۔ الغرض یہاں تک غلو کیا کہ جو کچھ نبیؐ نے سمجھ کر قرآن شریف سے دستور العمل قائم کیا تھا۔ اس پر صاف ہاتھ پھیر دیا۔ کہ نمازیں پانچ نہیں دو ہیں۔ روزے تیس نہیں دس ہیں۔ اور نماز ارکان مخصوصہ کا نام نہیں۔ صرف خدا کی طرف رجوع ہونے سے رام رام کرنے سے بھی ادا ہو سکتی ہے۔ قبلہ ضروری نہیں۔ وضو فرض نہیں۔ ہاتھ پاؤں صاف ہوں۔ تو کرسی پر بیٹھ کر منہ میں حقہ کا دود کش لئے ہوئے بھی صبح و شام کی تسبیح ادا ہو سکتی ہے۔ غرضیکہ ساری ہی شریعت بدل ڈالی۔ اور جب قرآن کو نیچے قدموں پر گرا لیا تو احادیث کو اس کے پاس لا کر رکھنے کی کوشش کی۔ مگر ان میں تحریف اور تبدیل معانی کا حربہ نہ چل سکا۔ اس لئے جو نا قابل تحریف ثابت ہوئیں۔ ان کو نکالنا شروع کر دیا۔ اور جو تحریف شدہ مفاہیم قرآنیہ سے مناسب معلوم ہوئیں۔ ان کو قرآن کے ساتھ کھڑا کر دیا۔ مگر آپ جانتے ہیں کہ ایک نکتہ پر دو جسم نہیں قائم ہو سکتے اس لئے قرآن ہی قرآن رہ گیا۔ اور احادیث نبویہ کی ضرورت باقی نہ رہی۔ یہ اسلامی خیر خواہی پہلے فرقہ ہائے اہل قرآن کے پہلے محمدؐ و عبداللہ چکڑالوی نے ظاہر کی تھی۔ جیسے کہ وہ لاہور مسجد چینیاں میں پیش امام اور مدرس تھا۔

مدت تک صحاح ستہ کا درس نہ دیتے ہوئے آخر اس نتیجہ پر پہنچا۔ کہ صحیحین (مسلم و بخاری) ہی صحیح ہیں۔ کچھ عرصہ بعد صرف صحیح بخاری کو صحیح بتا کر قرآن مجید کے ترجمہ خود ساختہ کے مطابق عمل کرنے لگا۔ آخر کہہ دیا کہ یہ ترجمہ اور صحیح بخاری ایک ہیں۔ تو صرف قرآن ہی قابل عمل ہے۔ بہر حال اس کا ترجمہ اور تشریح قرآنی کچھ نہ کچھ احادیث کے مطابق تھی لیکن بعد جو اس کے ناخلف پیدا ہوئے۔ انہوں نے اپنے مرشد کو بھی غلط گو اور خطا کار ٹھہرایا۔ اور آج وہ دن ہے کہ اس کے مذہب اہل قرآن کو بھی بدعت سمجھا جاتا ہے۔ ممکن ہے کہ امت مسلمہ کے ناخلف کچھ عرصہ بعد اس کو بھی امت مسیلمہ ہی کہنے لگ جائیں۔

قرآن فہمی کا بڑا بول

ھفوہ ہ :۔ ہمارے مخالف قرآن کو نہیں سمجھتے۔ اور نہ ہی صاحب قرآن کی حقیقت کو جانتے ہیں۔ تو پھر ہمارے عقائد پر کیسے حاوی ہو سکتے ہیں؟

جواب :۔ قرآن مجید کا جو پہلو آپ نے نکالا ہے واقعی ابھی تک مشتبہ ہے جب تک آپ کی ساری تفسیر شائع ہو کر عام نہ ہو جائے کسی کو کیا معلوم کہ آپ صاحب قرآن ہیں۔ یا کوئی اور؟ مگر یہ تقدس کی خود آرائی۔ نرالی شان رکھتی ہے۔ کہ ہمارے سوا کسی نے قرآن نہ سمجھا۔ اور نہ سمجھتا ہے مرزا بھی یہی کہتا تھا۔ اس لئے ہم آپ کو اس کے ساتھ ہی کھڑا کرتے ہیں۔

نوٹ مضمون بالا الکاویہ علی الغاویہ جلد دوم سے ماخوذ ہے۔ حضرت مولانا محمد عالم آسی مرحوم نے آج سے تیس برس

پیشتر مومن کی فراست سے کام لے کر یہ اندازہ کر لیا تھا۔ کہ ایک دن منکرین حدیث کی پوزیشن بھی مرزائیوں کی سی ہو جائے گی۔ اسی لئے مولانا موصوف نے منکرین حدیث کے سرخیل خواجہ احمد دین امرتسری کا ذکر مدعیان نبوت و بانیانِ مذاہب باطلہ کے ضمن میں کیا۔ اور اس کے غلط عقائد و افکار کی رد میں سیر حاصل بحث کی ہے۔ خصوصاً پوتے کی وراثت کے معاملے میں ایک تنقیدی رسالہ "التنقید علی وراثت الحفید" علیحدہ تحریر فرمایا۔ خواجہ احمد دین نے فقہائے سلف پر کم فہمی کے جو الزامات لگائے تھے۔ ان کا مسکت جواب اس رسالہ میں ہے۔ (مرتب)

تیرہ سو سال کا مسلّمہ قرآنی قانونِ وراثت

عہد نبوی سے رائج قرآنی قانون وراثت جس کے بدلنے کی کبھی کسی انگریزی عدالت کو بھی جرأت نہیں ہوئی۔ اس پر بھی محرفین معانی قرآن و منکرین احادیث نبوی نے ہاتھ صاف کرنا شروع کر دیا ہے۔ خدا خدا کر کے پنجاب کے رواج کا غلبہ ۱۹۴۸ء شریعت ایکٹ سے دور ہوا تھا۔ اور حسب احکام شریعت فیصلے ہونے لگے تھے۔ کہ یہ تحریف کرنے والے پھر آ دھمکے۔ اور زندوں کے ساتھ مُردوں کا حصہ نکال کر ان کے وارثوں کو دینے کی ٹھانی اور ان وارثوں سے بھی اولاد کو حق دیا۔ اور باقی وارثوں (مثلاً بیوی۔ ماں۔ باپ وغیرہ) کا قرآنی حق تسلیم نہ کیا۔ حالانکہ از روئے قرآن وہ بھی وارثوں کی صف میں شامل ہیں۔ مثلاً میرے فوت شدہ بیٹے (محمد اجمل) کے وارث۔

باپ نامی — ماں حمیدہ — بیوی اقبال سلطانہ اولاد باقی $\frac{13}{24}$

$\frac{1}{6}$ $\frac{1}{6}$ $\frac{1}{8}$

اب محرّفین معانی قرآن و منکران احادیث کا مردہ رشتہ دار کے وارثوں میں سے صرف اس کی اولاد سے ہمدردی کے لئے بے تاب ہونا اور دوسرے وارثوں کو نظر انداز کرنا کس آیت قرآنی کے مطابق ہے؟ اگر وہ خدا تعالیٰ کی ہستی کے قائل اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کے معتقد ہیں۔ تو شریعت میں ایسی رخنہ اندازی سے باز آئیں۔ پنجاب کا خلاف شریعت رواج یہی تھا۔ کہ مرے ہوئے بیٹے کے صرف بیٹے کو حقِ نمائندگی دیا جائے۔ جیسا کہ صرف میرے پوتے ظہیر الحسن کو دیا گیا۔ جو اب پی۔ ایس۔ سی ہو کر زراعت انسپکٹر ہے۔ کیونکہ اس میں نہ بیٹی کا نہ ورثہ وراثت میں کچھ حق تھا۔ نہ ماں باپ کا اور نہ بیوی کا۔ یہ مدعیانِ قرآن فہمی کس ڈگر پر چل رہے ہیں۔ متروک رواج پر! خدا ہدایت دے۔

ہاں یاد آیا۔ کہ مجھے کل عزیزی عبدالغفور ایم اے پروفیسر تاریخ دیال سنگھ کالج لاہور ملے۔ ان سے پوتے کی وراثت کے متعلق گفتگو ہوئی۔ تو انہوں نے بتایا۔ کہ ان کے دادا منشی غوث محمد صاحب مرحوم جو ایک مشہور صوفی بزرگ تھے۔ اور نامی کی جدّ مادری کے بھانجے۔ ہائی کورٹ کے مرحوم جج مرزا ظفر علی خان کے سگے ماموں، جب فوت ہوئے۔ تو ان کی زندگی میں ان کے دو بیٹے صاحب اولاد اور خود پیدا کردہ جائیداد والے (منشی عطا محمد اور ڈاکٹر عطاء اللہ) فوت ہو چکے تھے۔ شرعاً ان کی اولاد کا کوئی حصہ نہ تھا۔ مگر ان کے تین چچاؤں (ڈاکٹر عبدالمجید بہادر، مولوی عبدالحمید ایم اے اور پیر محمد فضل

بی اے نے مرحوم محسن کی اولاد کو مکان سے بے دخل نہیں کیا۔ اور وہ تعلیم پاکر برسرِ روزگار اور آسودہ ہوئے۔

منکران حدیث کا یہ فرض کر لینا کیسا غلط پروپیگنڈہ ہے کہ پوتا ایک ایسا بے کس وجود ہے جس کا سوائے دادا کی جائیداد کے اور کوئی سہارا نہیں ہوتا اور اس سے کسی کو ہمدردی نہیں ہوتی۔ اور یہ فرض کر کے اصول شریعت کو بگاڑنا کتنا گناہ ہے۔

ذیل کا مضمون زیر عنوان "برق صاحب اور ہمارے علماء" ہفت روزہ "پیام اسلام" لاہور۔ مورخہ ۳۰ رجون ۱۹۶۱ء مطابق ۱۶ محرم ۱۳۸۱ھ میں شائع ہو چکا ہے۔ جسے میں اس رسالہ میں نقل کرتا ہوں۔ والسلام علیٰ من اتبع الھدیٰ

(نامی)

۴ رجون ۱۹۶۱ء کے "لیل و نہار" میں برق صاحب کا مضمون "یتیم پوتے کی وراثت" پیش نظر ہے اس میں مضمون نویس کا فقرہ "ہمارے علماء" جو کئی بار دہرایا گیا ہے۔ سمجھ میں نہیں آیا۔ اگر اس سے مراد موجودہ علماء ہیں اور انہوں نے از خود قریبی وارث مثلاً بیٹے کے ہوتے ہوئے پوتے کو محجوب الارث قرار دیا ہے۔ تو وہ ایسی جدت کے باعث خطاکار ہیں۔ اگر ہمارے علماء سے برق صاحب کی مراد حضرت امام اعظم ابو حنیفہؒ اور امام شافعیؒ اور امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہم ہیں۔ اور ان کی نسبت یہ کہنا اور خیال کرنا کہ انہوں نے بیٹے کی موجودگی میں پوتے کو محجوب الارث قرار دینے میں غلطی کی اور قرآن کو نہیں سمجھا۔ تو یہ بہت بڑی گستاخی ہے۔ ان علماء کرام کو یا موجودہ علماء کو جو ان کے خوشہ چین ہیں پوتے سے کیا دشمنی

ہے کہ وہ اسے محجوب الارث قرار دیتے ہیں۔ انہوں نے ضرور قرآن و حدیث کا مطالعہ کر کے ہی لکھا ہوگا۔ کہ جب قریبی وارثِ میت زندہ ہو۔ تو بعیدی محجوب ہو جاتا ہے۔ مثلاً بیٹے کے ہوتے پوتا۔ بھائی کے ہوتے بھتیجا۔ چچا کے ہوتے چچا کا بیٹا۔ ماں کے ہوتے نانی، دادی، باپ کے ہوتے دادا وغیرہ۔ یہ ہمارے علماء کا فقرہ غالباً مولوی احمد دین صاحب امرتسری نے پہلے پہل ایجاد کیا۔ جیسا کہ اُن کے رسالہ معجزۂ قرآن میں پایا جاتا ہے۔ اس میں انہوں نے شروع ہی میں لکھ دیا ہے۔ کہ اگر تقسیم میراث میں کوئی غلطی پائی جاوے۔ تو اس کو نظر انداز نہ کیا جاوے۔ کہ اجماع و رواج اسی پر چلا آیا ہے۔ یا روایت و حدیث میں ایسا ہی پایا گیا ہے۔ کوئی حدیث اس پایہ کی نہیں ہو سکتی۔ کہ قابلِ اعتراض یا غلط ہو کر بھی مانی جائے۔" سوال یہ ہے کہ روایت و حدیث کو قابل اعتراض یا غلط قرار دینے والے تیرہ سو برس میں کہاں پیدا ہوئے۔ امرتسر میں؟ یا ان کے دو چار مقلد۔ جن میں ایک برق صاحب بھی ہیں۔

لطف کی بات یہ ہے کہ پوتے کو ایک ایسی مظلوم اور بے کس و لاوارث ہستی فرض کر کے اس کی حمایت کی جاتی ہے۔ جس کی مثال شاید ہی کہیں ہو۔

برق صاحب ایک متمول شخص کے تین بیٹے فرض کرتے ہیں۔ دو بڑے دولت مند اور ایک غریب۔ پھر اسے باپ کے سامنے مار ڈالتے ہیں۔ اور اس کے غم میں باپ کو بھی اگلے جہان پہنچاتے ہیں اور مرے ہوئے بیٹے کی بے کسی پر اظہار ہمدردی فرماتے ہیں۔

مگر یہ مثال کیوں نہیں دیتے؟ کہ ایک دولت مند بیٹا باپ کے سامنے مرگیا ہے۔ اور بیٹا چھوڑ گیا ہے پھر اس کا غریب باپ بھی مرگیا ہے اور پوتا یتیم رہ گیا ہے۔ اور اس کا دوسرا متمول بیٹا بھی موجود ہے، کیا ایسی صورت میں اس پوتے کو یتیم سمجھ کر اس سے ہمدردی کی جائے گی۔ اور اسے دولتمند باپ کی جائیداد کے علاوہ زندہ چچے کے ساتھ بھی حق دارِ وراثت ٹھہرایا جائے گا۔

پھر برق صاحب نے کسی ناگہانی موت سے مرنے والوں کی وراثت کے متعلق بھی اعتراض کیا ہے۔ اور اس میں بھی یتیم پوتے کا رونا رویا ہے۔ یہ سب فرضی مثالیں ہیں جنہیں پیش کرکے تیرہ سو برس کے مسلّمہ اصولِ وراثت کو تبدیل کرانے کے سوا اور کوئی مطلب نہیں۔

برق صاحب نے آیت للرّجال نصیبٌ مما ترکَ الوالدٰن والاقربون الخ کو بھی اپنے دعوے کی تائید میں پیش کیا ہے۔ حالانکہ یہ آیت ان کے دعوے کے خلاف ہے۔ برق صاحب مہربانی کرکے بتائیں۔ کہ جو ماں باپ چھوڑ جائیں۔ ان کے وارث کون ہوں گے۔ وہی تو وارث ہوں گے جن کے یہ ماں باپ تھے۔ یا وہ جن کے ماں باپ اور ہیں یا مثلاً پوتے کے۔ کیا پوتے کے ماں باپ کا ترکہ اس کے چچا کو ملے گا یقیناً نہیں ملےگا اور آپ بھی شاید نہ دلائیں گے

برق صاحب ہر پدر مردہ کو بدقسمت اور نصیبوں مارا قرار دے کر اس اصول کو پرکھنے کی جسارت نہ کریں۔ میرے پاس

کئی مثالیں ہیں۔ کہ دادا کی جائداد سے پوتے کو کچھ نہیں ملا۔ مگر وہ مرنے والوں کے بیٹوں سے زیادہ آسودہ ہے۔ مثلاً سر ظفر علی مرحوم کا بھتیجا مرزا محمد اکبر جو دادا کے بیٹے سے زیادہ آسودہ ہے۔ راقم الحروف جس کا والد اپنے باپ کی زندگی میں فوت ہو گیا تھا اپنے چچاؤں سے زیادہ خوش حال رہا ہے۔ راقم الحروف کا ایک یتیم پوتا ہے۔ جو دادا ور چچاؤں سے زیادہ آسودہ ہے۔ اگر میری جانب سے اسے کچھ نہ ملے۔ تو اسے پروا نہیں۔

فرضی مثالیں دے کر اصولِ وراثت کو بدلنے کی کوشش کرنا تحریفِ دین ہے۔ جو آیت آپ نے پیش کی ہے۔ اسی میں حکم ہے کہ لاوارثوں اور یتیموں مسکینوں کو بروقت تقسیم کچھ دے کر شیریں سخنی سے رخصت کر دیا کرو۔ یہ کام بطور احسان ہے۔ نہ کہ وراثت میں حصّہ دار ٹھہرانا۔

صرف علمائے سلف کی رائے قابلِ وقعت ہے۔ ملّا کا محمڈن لاء دیکھیں یا شرعِ محمدیؐ محبوب عالم یا شوکت محمود کا مسلم لا رسب میں آپ کو یہ مسلّمہ اصول لکھا ہوا ملے گا۔ کہ عدالتوں کو اختیار نہیں ہے۔ کہ وہ شرعِ محمدیؐ کے مطابق فیصلہ کرتے وقت قرآن شریف کی کسی سورۃ کی تعبیر ان نتائج کے برخلاف کریں۔ جو پرانے مسلّمہ قابلیت کے مفسّرین نے اخذ کئے ہیں۔ ان میں پریوی کونسل کے متعدّد فیصلے دیئے ہیں۔ انگریزی راج میں تو ان اصولوں کے بدلنے کی کسی کو جرأت نہیں ہوئی اب پاکستان کی اسلامی حکومت میں کیسے ہو سکتی ہے؟

میں نے ۱۹۱۴ء میں جب کتاب انیس الوارثین تالیف کی۔ تو

میرے ہاں قاری شاہ محمد سلیمان صاحب پھلواروی تشریف لائے اور انھوں نے اس کی صحت پر مہر ثبت کر دی۔

دو برس ہوئے۔ کہ قاری صاحب کے لڑکے اسی جگہ مجھے آکر ملے۔ جو برق صاحب کے ہم خیال ہیں۔ اور مجھے کچھ اپنے ڈھب پر لانے لگے۔ میں نے علمائے سلف کی قابل قبول رائے کی بات کی۔ تو فرمایا۔ فی الحال آپ اسی روش پر فتوے دیں۔ مگر نئے رجحان کا بھی خیال رکھیں۔

اس گذارش کے بعد میں برق صاحب اور ان کے دو تین ہمنوا دوستوں سے عرض کروں گا۔ کہ آپ علمائِ سلف کو جنھوں نے شاہان وقت سے سخت تکلیفیں اٹھائیں۔ لیکن ان کی رائے کے مطابق فتوے نہ دیا۔ "ہمارے علماء" کہہ کر اور ان کو کم فہم اور غلط کار بنا کر اپنا اُلّو سیدھا نہ کریں۔ اور لوگوں کو غلط راستے پر نہ ڈالیں۔

خواجہ احمد دین امرتسری جو اس مسئلے کے مخترع مانے گئے ہیں۔ ان کے تمام خیالات کی تردید مولانا محمد عالم آسی مرحوم امرتسری نے رسالہ "التنقید علی وراثت الحفید" میں کر دی تھی۔ برق صاحب کو اس رسالے سے بھی مستفید ہونا چاہیئے۔

حضرت صدیق اکبر رضی کی وراثت میں یتیم پوتے کا حصہ

حضرت صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی کو ترکہ کی تقسیم کے متعلق وصیت فرمائی تھی۔ آپ کے وقتِ رحلت

یہ وارث تھے۔

ازدواج — والد بزرگوار حضرت ابو قحافہؓ

$\frac{1}{8}$ — $\frac{1}{6}$

$= \frac{3}{24}$ — $\frac{4}{24}$

حضرت عبدالرحمٰن و محمد فرزند، حضرت اسماءؓ بیٹی
حضرت عائشہؓ بیٹی، اُم کلثومؓ بیٹی

سب $\frac{17}{24}$ میں شریک بحکم للذکر مثل حظ الانثیین

علاوہ ان کے حضرت صدیق اکبرؓ کا ایک یتیم پوتا اسمٰعیل بن عبداللہ تھا۔ چونکہ اسے بیٹوں کی موجودگی میں کچھ حصہ نہیں مل سکتا تھا اس لیے حضرت ابو قحافہ جدِ بزرگوار نے اسے اپنا حصہ دے دیا۔ جیسا کہ تاریخ خلفاء کے صفحہ ۴۴ پر علامہ سیوطی نے لکھا ہے۔ حالانکہ حضرت عبداللہ بن ابو بکرؓ نے سات دینار ترکہ چھوڑا تھا۔ جسے صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کثیر رقم تصور کیا تھا (کتاب المعارف علامہ ابن قتیبہ دینوری متوفی ۲۷۶ھ)

ان دلائل کے ہوتے ہوئے برق صاحب کی پوتے کے متعلق ہمدردی تحریفِ دین کے مترادف ہے۔ جیسا کہ منکرینِ حدیث ظاہر کرتے رہے ہیں۔ اس سے زیادہ انہیں کوئی ہمدردی نہیں۔

پرویز کے نام

فرقۂ بدعتی کا گہوارہ — ہے یہ پنجاب سربسر پرویز!

بندہ ہو کر کہے جو میں رسولؐ — یا کہ اللہ کا نامہ بر پرویز!

معتقد اس کو بھی ہیں مل جاتے — تو نہ پھر آتا کیوں اِدھر پرویز

(ق)

نکلا جب دِلّی و کراچی سے — آیا لاہور بے خطر پرویز

ماننے والے مل گئے اس کو — ہو گیا خوب مشتہر پرویز

جم گئے پاؤں اس جگہ اس کے — پھر رہا تھا جو دربدر پرویز

ہاتھ پاؤں نکالے خوب اس نے — لگا رہنے بکرّ و فر پرویز

کوئی موسیٰ نہیں ملا اب تک — کرتی جس کی زباں اثر پرویز!

اکنوں از من نصیحتے بپذیر — گر نداری تو گوش کر پرویز!

گامزن شو نہ بر رہِ کسرےٰ — کن با نجامِ او نظر پرویز!

نامۂ احمدؐ او بغصّہ درید — تو دراں افگنی شرر پرویز!

از مواضع مکن کلم تبدیل — ہستِ ایں کار پُر خطر پرویز!

کر نہ تحریفِ معنئ قرآں
غضب و قہرِ حق سے ڈر پرویز!

خوفِ حق سے تجھے تو لازم ہے
کارِ تلبیس سے حذر پرویز!

آستانِ رسولؐ برحق پر
رکھ عقیدت سے اپنا سر پرویز!

جو بچھا ہے دامِ دہریت
لے اٹھا اس کو با ہنر پرویز!

تو غلامی سے جس کی تھا موسوم
پھیر اس سے نہ اپنا سر پرویز!

ہے کہانی ثنا محمدؐ کی؟
کیا کہا تو نے غور کر پرویز!

فضلِ حق سے وہ رہتا ہے محروم
بے ادب جو کہ ہو بشر پرویز!

فی الحقیقت ہے عاقبت میں شکست
سمجھا تو نے ہے ظفر پرویز!

ہو چکا حق ادا نصیحت کا
کاش نامی سے بے اثر پرویز

تاریخ تالیف رسالہ ہذا

حدیثوں میں اعدائے اسلام نے
جہالت سے اپنی نکالے عیوب

نمازیں گھٹا کر رکھیں صرف دو
بوقتِ طلوع و بوقتِ غروب

ہوئے منکرِ "حج" و روزہ بھی یہ
ہیں ذوقِ عبادت سے خالی قلوب

ہیں زہد اور تقویٰ سے بیزار دل
نہ شوقِ ثواب، نہ خوفِ ذنوب

سوئے کعبہ منہ کرنا لازم نہیں
کریں ہند میں سجدہ سمتِ جنوب

ہے دنیا ہی بس ان کے مدِ نظر
یہی انکی راکب یہی ہے رکوب

کہے منکرا استغفر اللہ اگر
کرے ساتھ ہی ضم الیہ اتوب

(ق) تو دل ہو احادیث سے اس کا صاف
چھٹے اس سے تحریفِ قرآں کا خوب

کنول نام آسیا سوئے مقصد بیاں
لکھیں بیتیں ذکرِ گروہِ کذوب

"ہدایت پئے منکرین حدیث
بجا آگئی" ہے یہ تاریخ خوب

١٣٩١ھ

ولہٗ

منکرانِ حدیثِ نبوی کی — پھیلی اس سرزمیں میں سخت وبا
اس عفونت کے دور کرنے کو — علماء نے ہے کر لیا ایکا

دائرہ نے بھی از پئے تبلیغ — یہ رسالہ لکھا کے چھاپ دیا
قارئین اس سے استفادہ کریں — دل لگا کر پڑھیں جو ہے لکھا

روح فرسا ہے فتنۂ پرویز — اپنا ایماں اہلِ دیں لیں بچا
تم کو لکھنا ہے ناصیا تاریخ — درمیاں کیا یہ قصہ چھیڑ دیا

دے کہ اک ضرب اب رقم کردو
فتنۂ منکرِ حدیث دبا

+۷ = ۱۳۸۱ھ (مطابق سنہ ۱۹۶۱)

دائرۃ الاصلاح لاہور کی اصلاحی کارگزاریاں

۱۹۱۵ء میں، نوجوان مسلمانانِ اہلِ سنت نے غیر اسلامی رسم و رواج کی اصلاح کا بیڑا اٹھایا۔ اور اس کے لئے متعدد رسالے شائع کر کے مفت تقسیم کئے۔ اسی سلسلہ میں محرم کی رسوم بھی آگئیں اور جو سُنّی مسلمان تعزیوں اور مہندیوں پر ہزاروں روپیہ خرچ کرتے تھے۔ ان کی بھی اصلاح ہو گئی۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی اسلامی خدمات اور ان کی آلِ ابی طالب سے دینی اور دنیوی خوشگوار تعلقات کے اظہار کے لئے دائرۃ الاصلاح نے مستقل سلسلہ شروع کیا۔ اس میں نامی کے علاوہ شیخ حسن الدین صاحب بی اے وکیل اور سید مظہر حسین صاحب نے بھی قلمی معاونت کی اور مسلمانوں کے دلوں پر صحابہ کرام کی عظمت و وقار کا سکہ بیٹھا۔ اگر گنتی کی جائے تو ان رسالوں کی تعداد جو اب تک شائع ہو چکے ہیں سو سے کم نہ ہو گی۔ ان کی اشاعت میں نامی کے چند مقامی مخلص احباب کی مالی امداد کار فرما رہی ہے۔ اور بیرونی لاہور سے چند ہی ہمدرد دوستوں نے حصہ لیا ہے لہٰذا ضرورت ہے کہ وہ بھی معاونت کا ہاتھ بڑھائیں۔ تاکہ اس گرانی کے زمانہ میں یہ اصلاحی سلسلہ جاری رہ سکے اور چند دردِ دل رکھنے والے دوستوں کے ایثار سے رسالے چھپ کر مفت تقسیم ہوتے رہیں۔ اور ہزاروں بھائی ان سے مستفید ہوں۔ والسلام علیٰ من اتبع الہدیٰ

غلام دستگیر نامی۔ لاہور ۲۸ ربیع الثانی ۱۳۸۱ھ

فہرست چندہ برائے رسالہ ہذا

خدا جزائے خیر دے اراکین دائرۃ الاصلاح کو جنہوں نے منکرین حدیث کے اباطیل کے رد اور ان کو راہ راست پر لانے کے لئے معاونت فرمائی۔ امید ہے وہ اپنے احباب کو اس رسالہ کا بغور مطالعہ کرنے کی ترغیب دیں گے تاکہ وہ خود اس فتنہ سے احتراز کریں۔ اور امتِ محمدیہ کو بچائیں۔ (خازن)

ایس ٹی چوہدری	عــہ	پاک کلر ہاؤس	عــہ
حاجی غلام محی الدین صاحب	عــہ	فرینڈز سٹیشنری مارٹ	عــہ
حاجی گلزار محمد صاحب	ے	شربت راحت افضل	عــہ
حاجی چنن دین صاحب	ے	حکیم شمس الدین صاحب پاکیٹن	عــہ
ملک عبد الحمید صاحب	۵ہ	بابو لر ٹریڈرز کشمیری بازار	عــہ
ملک محمد شفیع صاحب	۵ہ	فائن ڈرائی کلینر	عــہ
حاجی سراج الدین احمد صاحب	۵ہ	خالص شبنم سٹور	عــہ
مولوی محمد لطیف صاحب	۵ہ	محمد صدیق خوشنویس رسالہ ہذا	عہ
محمد حسین بروکر	۵ہ	عارف رضا احمد	عہ
دین پریس	۵ہ	عبد الرشید کھوسے والا	
خواجہ فضل الدین مرحوم کے فرزند	۵ہ	قمر الدین بٹ صاحب	
عبد المجید برادر	للعہ	حافظ محمد یوسف	
مرزا عبد المجید صاحب	ے	گلزار محمد مٹھائی والا	عہ
حکیم صفی الدین	عہ	اللہ دتہ	عہ
ماڈرن ہیئر مارٹ	عہ	محمد طالب	عہ